URDU Gif Format

نمازِ عید کے بعد معانقہ کے جائز ہونے کا ثبوت

وِشاحُ الجید فی تحلیل معانقۃ العید

۱۳۱۲ھ

مصنف:

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

وِشاحُ الجید فی تحلیل معانقۃ العید

(نمازِ عید کے بعد معانقہ کے جائز ہونے کا ثبوت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی عید رحمتہ وسع کل قریب وبعید، وجعل اعیاد المؤمنین مُعَانَقَۃ بصفی الوعد وعفو الوعید، وافضل الصلوٰۃ واکمل السلام علی من تعانق عید جمالہ بعید نوالہ، فوجھہ عید، ویدہٗ عید، یسعد بھما کُلُّ سعید، وعلی حزبَی الاٰل والاصحاب الذین ھما العیدان لایام الایمان، وعلیٰ کل من عانق جیدہٗ وِشاح الشھادتین بجمّان الایقان ما تعانق الملوان، وتوارد العیدان، ھَنّأَھم اللہ باَعیاد الاسلام، وعید الرؤیۃ فی دار السلام، ولدَیہ مزید، وانّہ یبدئُ ویعید۔

تمام تعریف اللہ کے لئے، جس کی عیدِ رحمت ہر دور و نزدیک کو محیط ہے۔ اور جس نے اہلِ ایمان کی عیدوں کو صفائیِ وعدہ اور معافیِ وعید سے بغلگیر کیا۔ اور بہتر درود اور کامل ترین سلام ہو ان پر جن کی عیدِ جمال (ان کی) عیدِ جُود و نوال سے ہم آغوش ہے۔ جن کا چہرۂ زیبا بھی عید اور دستِ عطا بھی عید۔ ہر خوش نصیب ان دونوں سے فیروزمند ہے اور ان کی آل و اصحاب دونوں جماعتوں پر جو ایامِ ایمان کی دو عیدیں ہیں۔ اور ہر اس شخص پر جس کی گردن گوہرِ یقین سے آراستہ قلادۂ شہادتین سے ہمکنار ہے (یہ درود و سلام ہوں) جب تک روز و شب باہم بغلگیر اور دونوں عیدیں یکے بعد دیگرے ورود پذیر رہیں۔ اللہ انھیں عید ہائے اسلام اور جنت میں عیدِ دیدار کی مبارکباد سے نوازے۔ (ت)

اَمَّا بَعْدُ چند سال ہوئے کہ روزِ عید الفطر بعض تلامذۂ مولوی گنگوہی نے بعض اہلسنت پر دربارۂ معانقہ طعن وانکار کیا کہ:

"شرع میں معانقہ صرف قادمِ سفر[1] کے لئے وارد ہوا، بے سفر بدعت و نا روا۔ میں نے اپنے اساتذہ سے یُوں ہی سنا۔"

ان سُنّیوں نے اس باب میں فقیر حقیر عبدالمصطفٰے احمد رضا محمدی سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی غفراللہ لہ وحقّق اَمَلَہٗ سے سوال کیا فقیر نے ایک مختصر فتوٰی لکھ دیا کہ احادیث میں معانقہ سفر و بے سفر دونوں کا اثبات اور تخصیصِ سفر تراشیدۂ حضرات[2]۔ بحمد اللہ اس تحریر کا یہ نفع ہوا کہ ان صاحب نے اپنے دعوٰی سے انکار کر دیا کہ،

"نہ میں اس تخصیص کا مدعی تھا نہ اپنے اساتذہ سے نقل کیا۔"

خیر، یہ بھی ایک طریقۂ توبۂ رجوع ہے اور الزامِ کذب بھی زائل و مدفوع ہے کہ جب اپنے معبود کا کذب ممکن جانیں، کیا عجب کہ اپنے واسطے فرض و واجب مانیں[3]۔

---

[1] قادمِ سفر: سفر سے آنے والا۔ (مترجم)

[2] یعنی میں نے اپنے فتوے میں لکھا کہ سفر سے آنے کی حالت اور اس کے علاوہ احوال میں بھی احادیث سے معانقہ کا جائز ہونا ثابت ہے، اور معانقہ کا جواز محض آمدِ سفر کی حالت سے خاص کرنا ان حضرات کی اپنی گھڑی ہوئی بات ہے حدیث وفقہ سے اس پر کوئی معتبر دلیل ہرگز نہیں۔ (مترجم)

[3] جب انھوں نے اپنے دعوے سے انکار کر دیا تو اتنا ظاہر ہو گیا کہ وہ اپنے پہلے قول پر نہ رہے اور جوازِ معانقہ بلا تخصیص تسلیم کر لیا — البتہ ان پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ انھوں نے دروغ گوئی سے کام لیا کہ پہلے ایک بات کہی پھر کہنے سے انکار کر ڈالا — مگر دیوبندی حضرات جب اپنے معبود کے لئے جھوٹ بولنا ممکن مانتے ہیں، تو خود ان پر جھوٹ بولنے کا الزام عائد کیا جا سکتا ہے، بعید نہیں کہ وہ اسے اپنے لئے فرض و واجب مانتے ہوں، استاذ محترم حافظِ ملت مولانا عبد العزیز صاحب مرادآبادی علیہ الرحمۃ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور فرمایا کرتے تھے کہ علمائے دیوبند اور ان کے متبعین کا عقیدہ ہے کہ "خدا جھوٹ بول سکتا ہے مگر بولتا نہیں"۔ اگر خود ان کا بھی یہی حال ہو کہ "جھوٹ بول سکتے ہیں مگر بولتے نہیں" تو ان کے عقیدے کی رُو سے شرک اور خدا کے ساتھ اس وصف میں برابری لازم آجائے گی، اس لئے ان کے اپنے عقیدہ و قاعدہ پر "فرض اور ضروری ہے کہ وہ جھوٹ بولیں"۔ اگر "جھوٹ بول سکتے ہیں مگر بولتے نہیں" کی منزل میں رہ گئے تو مشرک ٹھہریں گے۔

(مترجم)

اب اس عیدِ اضحیٰ ۱۳۱۱ھ میں بعض علمائے شہر کے ایک شاگرد بعض اہلسنت سے پھر اُلجھے، انھوں پھر وہی فتوائے فقیر پیش کیا۔ خیالات کے پکے تھے ہرگز نہ سلجھے، انھوں نے ان کے استاذ کو فتویٰ دکھایا، تصدیق نہ فرمائیں تو جواب چاہا، مدّت تک انکار پھر بعد اصرار وعدہ واقرار، بالآخر مجموعۂ فتاوی مولوی عبدالحی صاحب صفحہ ۵۳۹ جلد اول پر نشانی رکھ کر ارسال فرمایا اور بعض عبارات ردالمحتار و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف سے حاشیہ چڑھایا۔ سائل مُصر ہُوئے کہ "جواب ضرور ہے آخر تحقیقِ حق تا منظور ہے"، فقیر نے چند ورق لکھ کر بھیج دئے اور رسالہ میں فتوٰیٔ سابقہ کے ساتھ جمع کئے کہ ناظر دیکھیں، نفع پائیں، فقیر کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں وباللہ التوفیق وھدایۃ الطریق

اس رسالہ کا بلحاظ فتوٰیٔ سابق و تحریر لاحق ذوعید پر انقسام، اور بنظر تاریخ کہ بستم[20] محرم ۱۳۱۲ھ کو لکھا گیا "وِشَاحُ الجِیدِ فِی تَحْلِیلِ مُعَانَقَۃِ العِیدِ"[1] نام۔ والحمدللہ ولی الانعام (اور تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے جو احسان کا مالک ہے۔ ت)

عیدِ اوّل میں فتوٰیٔ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۴۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ معانقہ بے حالتِ سفر بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ جو اُسے قدومِ مسافر کے ساتھ خاص اور اس کے غیر میں ناجائز بتاتا ہے، قول اس کا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب

کپڑوں کے اُوپر سے معانقہ بطور برّ و کرامت و اظہارِ محبت، بے فسادِ نیّت و موادِ شہوت، بالاجماع جائز، جس کے جواز پر احادیثِ کثیرہ و روایاتِ شہیرہ ناطق، اور تخصیصِ سفر کا دعوٰی محض بے دلیل، احادیثِ نبویہ و تصریحاتِ فقہیہ اس بارے میں بروجہ اطلاق وارد، اور قاعدۂ شرعیہ ہے کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا واجب اور بے مدرک شرعی تقیید و تخصیص مردود و باطل، ورنہ نصوصِ شرعیہ سے امان اُٹھ جائے، کمالایخفی[2] (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت)

---

[1] معانقہ کی تائے مدوّرہ حسبِ قاعدہ "ہ" مانی گئی ہے اس لئے اس کا عدد ۴۰۰ نہیں بلکہ ۵ ہوگا اور پورے نام کا عدد ۱۷۰۷ نہیں بلکہ ۱۳۱۲ ہوگا۔ (مترجم)

[2] ان ہی سطور میں اعلٰحضرت نے پُورے فتوے کا ماحصل اور تمام اعتراضات کا جواب ذکر کردیا، ان جامع سطور کی قدرے تشریح درج ذیل ہے،

(باقی برصفحہ آئندہ)

ف ابن ابی الدنیا کتاب الاخوان اور دیلمی مسند الفردوس اور ابوجعفر عقیلی حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی واللفظ للعقیلی :

انہ قال سألتُ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن المعانقۃ فقال تحیۃ الامم و

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معانقہ کو پوچھا ، فرمایا : تحیت ہے امتوں کی ، اور ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جوازِ معانقہ کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں :

(۱) معانقہ کپڑوں کے اوپر سے ہو۔

(۲) نیکی ، اعزاز اور اظہارِ محبت کے طور پر ہو۔

(۳) خرابیِ نیت اور شہوت کا کوئی دخل نہ ہو۔

مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ معانقہ سفر ، غیر سفر ہر حال میں جائز ہے ۔

دلیل : اس کا ماخذوہ روایات و احادیث ہیں جن میں قیدِ سفر کے بغیر معانقہ کا ثبوت ہے ، جو لوگ صرف آمدِ سفر کے بعد معانقہ جائز بتاتے ہیں ان کا جواب یہ ہے :

(۱) ان تمام احادیث و روایات میں مطلق طور پر جوازِ معانقہ کا ثبوت ہے ۔ یہ کسی حدیث میں نہیں کہ بس سفر سے آنے کے بعد معانقہ جائز ہے ، باقی حالات میں ناجائز — بلکہ بعض احادیث سے صراحۃً آمدِ سفر کے علاوہ حالات میں بھی معانقہ کا ثبوت فراہم ہوتا ہے ۔

(۲) شریعت کا قاعدہ ہے کہ جو حکم ، مطلق اور کسی قید کے بغیر ہو ، اُسے مطلق ہی رکھنا واجب وضروری ہے ۔

(۳) معانقہ کے بارے میں جب یہ حکم مطلق اور قیدِ سفر کے بغیر ہے ، تو اسے مطلق رکھتے ہوئے سفر ، غیر سفر ہر حال میں معانقہ جائز ہوگا ۔

(۴) ہاں اگر کسی حکم میں خود شریعت کی جانب سے تخصیص اور تقیید کا ثبوت ہو تو اس حکم کو مخصوص اور مقید ضرور ماناجائے گا — مگر معانقہ کے بارے میں سوا اُن شرائط کے جو ابتدا میں ذکر کی گئیں آمدو سفر وغیرہ کی کوئی قید نہیں ۔

(۵) لہٰذا جوازِ معانقہ کے بارے میں بے دلیل شرعی آمدِ سفر کی قید لگانا محض باطل اور نامقبول ہے ۔ (مترجم)

ف یہاں سے دلیل کی تفصیل فرمائی ، سب سے پہلے ایک حدیث ذکر کی جس سے معانقہ کی تاریخ آغاز معلوم ہوتی ہے پھر فقہ حنفی کے مستند ماخذ سے وُہ نصوص تحریر فرمائے جن کا حاصل ابتداءً رقم فرما چکے ۔ (مترجم)

صالح وُدِّهم وانّ اول من عانق خلیل اللہ ابراهیم[1]۔

کی اچھی دوستی، اور بیشک پہلے معانقہ کرنے والے ابراہیم خلیل اللہ ہیں علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔

خانیہ میں ہے:

ان کانت المعانقۃ من فوقِ قمیصٍ او جُبّۃٍ جاز عند الکل[2] اھ ملخصا۔

اگر معانقہ کُرتے یا جُبّے کے اوپر سے ہو تو سب کے نزدیک جائز ہے اھ ملخصاً (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

اذا کان علیھما قمیصٌ او جبۃٌ جاز بالاجماع[3] اھ ملخصا۔

اگر معانقہ کرنے والے دونوں مردوں پر کُرتا یا جُبّہ ہو تو یہ معانقہ بالاجماع جائز ہے اھ ملخصا (ت)

ہدایہ میں ہے:

قالوا الخلاف فی المعانقۃ فی ازارٍ واحدٍ واما اذا کان علیہ قمیصٌ او جُبۃٌ فلا باس بھا بالاجماع وھو الصحیح[4]۔

طرفین (امام اعظم وامام محمد) اور امام ابو یوسف میں اختلاف ایک تہمد کے اندر معانقہ کے بارے میں ہے لیکن جب معانقہ کرنے والا کُرتا یا جبہ پہنے ہو تو بالاجماع اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

دُرمختار میں ہے:

لوکان علیہ قمیص او جبۃ جاز بلاکراھۃ بالاجماع وصححہ فی الھدایۃ وعلیہ المتون[5]۔

اگر اس کے جسم پر کُرتا یا جبہ ہو تو بلا کراہت بالاجماع جائز ہے، ہدایہ میں اسی کو صحیح قرار دیا، متونِ فقہ میں یہی ہے۔ (ت)

شرح نقایہ میں ہے:

رعناقہ اذا کان معہ قمیصٌ او جبۃٌ

اس کا معانقہ جب اس طرح ہو کہ کُرتا یا جبّہ

---

[1] کتاب الضعفاء الکبیر ترجمہ نمبر ۱۱۴۱ عمر بن حفص بن محبّر مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۵۵
[2] فتاوٰی خانیہ کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۳
[3] مجمع الانہر کتاب الکراہیۃ 〃 بیروت ۲/ ۵۴۱
[4] ہدایہ 〃 مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۶۶
[5] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ 〃 مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۴

او غیرہ لم یکرہ بالاجماع وھو الصحیح[1] یا اور کچھ حائل ہو تو بالاجماع مکروہ نہیں، اور یہی اھ ملخصاً۔ صحیح ہے اھ ملخصاً (ت)

اسی طرح امام نسفی نے کافی پھر علامہ اسمٰعیل نابلسی نے حاشیۂ درر موالی خسرو وغیرہا میں جزم کیا، اور یہی وقایہ و نقایہ و کنز و اصلاح وغیرہا متون کا مفاد۔ اور شروح ہدایہ و حواشی درمختار وغیرہا میں مقرر۔ ان سب میں کلام مُطلق ہے کہیں تخصیص سفر کی بُو نہیں۔

اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

اما معانقہ اگر خوف فتنہ نباشد مشروع ست خصوصاً نزد قدوم از سفر[2] معانقہ میں اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو جائز و مشروع ہے خصوصاً جب سفر سے آرہا ہو۔ (ت)

یہ "خصوصاً" بطلانِ تخصیص پر نصِ صریح ــــ رہیں احادیثِ نہی، ان میں زید کے لئے حجت نہیں کہ آن اگر ثابت ہے تو نہی مطلق۔ پھر اطلاق پر رکھئے تو حالتِ سفر بھی گئی، حالانکہ اس میں زید بھی ہم سے موافق۔ اور توفیق پہ چلئے تو علماء فرماتے ہیں وہاں معانقہ بروجہ شہوت مراد۔ اور پر ظاہر کہ ایسی صورت میں تو بحالتِ سفر بھی بلکہ مصافحہ بھی ممنوع، تا بمعانقہ چہ رسد۔ ف

---

[1] شرح نقایہ (ملا علی قاری) کتاب الکراہیۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۲۹

[2] اشعۃ اللمعات باب المصافحۃ والمعانقۃ " نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۲۰

ف یہ اُن احادیث سے استدلال کا جواب ہے جن میں معانقہ سے ممانعت آئی ہے۔ توضیح جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں ممانعت مذکور ہے۔ اب اگر ان سے مطلقاً ہر حال میں ممانعت مراد لیں تو سفر، غیر سفر ہر جگہ معانقہ ناجائز ہوگا جب کہ سفر سے آنے کے وقت مانعین بھی معانقہ جائز مانتے ہیں۔ اس لئے وہ اگر احادیثِ نہی ہمارے خلاف پیش کریں تو خود ان کے بھی خلاف ہوں گی ـــ لامحالہ جوازِ معانقہ اور ممانعتِ معانقہ دونوں قسم کی حدیثوں میں تطبیق کرنا ہوگی، اور دونوں کے ایسے معنی لینے ہوں گے جن سے تمام احادیث پر عمل ہو سکے ـــ اور تطبیق یُوں ہے کہ جہاں معانقہ سے ممانعت ہے وہاں معانقہ بطورِ شہوت مراد ہے ـــ اور جہاں جوازِ معانقہ کا ثبوت ہے وہاں معانقہ بے شہوت و فسادِ نیت مراد ہے جیسا کہ ہم نے ابتداءً ذکر کیا ـــ اور ظاہر ہے کہ معانقہ بطورِ شہوت تو سفر سے آنے کے بعد بھی ناجائز ہے بلکہ اس طرح تو معانقہ کیا مصافحہ بھی ناجائز ہے۔ احادیثِ جواز و منع کے درمیان یہ تطبیق مختلف فقہاء کرام نے فرمائی ہے اعلحضرت رحمہ اللہ تعالٰی نے ان کا حوالہ کتاب میں پیش کر دیا ہے۔ (مترجم)

امام فخر الدین زیلعی تبیین الحقائق اور اکمل الدین بابرتی عنایہ اور شمس الدین قہستانی جامع الرموز اور آفندی شیخی زادہ شرح ملتقی الابحر اور شیخ محقق دہلوی شرح مشکوٰۃ اور امام حافظ الدین شرح وافی اور سیدی امین الدین آفندی حاشیہ شرح تنویر اور مولیٰ عبدالغنی نابلسی شرح طریقہ محمدیہ میں اور ان کے سوا اور علماء ارشاد فرماتے ہیں :

وھذا لفظ الاکمل، قال وفق الشیخ ابو منصور (یعنی الماتریدی امام اھل السنۃ وسید الحنفیۃ) بین الاحادیث فقال المکروہ من المعانقۃ ماکان علی وجہ الشھوۃ وعبر عنہ المصنف (یعنی الامام برھان الدین الفرغانی) بقولہ اذا کان بازار فانہ سبب یفضی الیھا فاما علی وجہ البر والکرامۃ اذا کان علیہ قمیص او جبۃ فلا باس بہ۔[1]

(یہ اکمل الدین بابرتی کے الفاظ ہیں) انھوں نے فرمایا شیخ ابو منصور (ماتریدی، اہلِ سنت کے امام اور حنفیہ کے سردار) نے (معانقہ کے جواز و منع دونوں طرح کی) حدیثوں میں تطبیق دی ہے، انھوں نے فرمایا مکروہ وہ معانقہ ہے جو بطورِ شہوت ہو۔ اور مصنف (یعنی امام برہان الدین فرغانی صاحبِ ہدایہ) نے اسی کو ایک تہمد میں معانقہ کرنے سے تعبیر کیا ہے، اس لئے کہ یہ سببِ شہوت ہو سکتا ہے، لیکن نیکی اور اعزاز کے طور پر کرتا یا جُبّہ پہنے ہوئے معانقہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

اور کیونکر روا ہوگا کہ بے حالتِ سفر معانقہ کو مطلقاً ممنوع ٹھہرایئے حالانکہ احادیثِ کثیرہ میں سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بار ہا بے صورتِ مذکورہ بھی معانقہ فرمایا۔[ف]

ف یہاں سے استدلال نے ایک دوسرا رنگ اختیار کیا، اعلٰحضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے سولہ[16] احادیث ان کے حوالوں کے ساتھ پیش فرمائی ہیں جن میں اُسی معانقہ کا ذکر ہے جو نیکی، اعزاز اور اظہارِ محبت کے طور پر ہے ـــــ خرابیِ نیت اور موادِ شہوت سے ہر طرح دور ہے ـــــ مگر بے حالتِ سفر ہے ـــــ لہٰذا ان احادیث سے صراحۃً یہ ثبوت فراہم ہوجاتا ہے کہ صرف قدومِ سفر کے بعد ہی نہیں بلکہ دیگر حالات میں بھی معانقہ بلاشُبہ جائز و درست ہے۔ اور جب خود سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان تمام احوال میں معانقہ کا ثبوت حاصل ہوجاتا ہے تو کوئی دوسرا اسے "بدعت و ناروا" کہنے کا کیا حق رکھتا ہے! (مترجم)

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر شرح ہدایۃ کتاب الکراہیۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۸/ ۴۵۸

حدیثِ اوّل[۱]: بخاری ومسلم ونسائی وابن ماجہ بطرقِ عدیدہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی وھذا لفظ مؤلّفٌ منہا دخل حدیث بعضہم فی بعض (آئندہ الفاظ ان متعدد روایات کا مجموعہ ہے بعض کی احادیث بعض میں داخل ہیں۔ت)

قال خرج النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فجلس بفناء بیت فاطمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فقال اُدعی الحسن بن علی فحبستہ شیئًا فظننت انہا تلبسہ سخابا او تغسلہ فجاء یشتد وفی عنقہ السخاب فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیدہ ھکذا فقال الحسن بیدہ ھکذا حتی اعتنق کل منہما صاحبہ فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم انی اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ[۱]

یعنی ایک بار سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت بتولِ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بلایا، حضرت زہرا نے بھیجنے میں کچھ دیر کی، میں سمجھا انھیں ہار پہناتی ہوں گی یا نہلا رہی ہوں گی، اتنے میں دوڑتے ہوئے حاضر آئے، گلے میں ہار پڑا تھا، سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دست مبارک بڑھائے، حضور کو دیکھ کر امام حسن نے بھی ہاتھ پھیلائے، یہاں تک کہ ایک دوسرے کو لپٹ گئے، حضور نے "گلے لگا کر" دعا کی: الٰہی! میں اسے دوست رکھتا ہوں تُو اسے دوست رکھ اور جو اسے دوست رکھے اسے دوست رکھ۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی حِبّہٖ وبارک وسلم۔

حدیثِ دوم[۲]: صحیح بخاری میں امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاخذ بیدی فیقعدنی علی فخذہٖ ویقعد الحسین علی فخذہ الاُخرٰی ویضمّہما ثم یقول رب انی ارحمہما فارحمہما[۲]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر ایک ران پر مجھے بٹھا لیتے اور دوسری ران پر امام حسین کو، اور ہمیں "لپٹا لیتے"۔ پھر دعا فرماتے: الٰہی! میں ان پر رحم کرتا ہوں تُو ان پر رحم فرما۔

حدیثِ سوم[۳]: اسی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے:

---

[۱] الصحیح لمسلم باب فضل الحسن والحسین مطبوعہ راولپنڈی ۲/۲۸۲

[۲] الصحیح البخاری باب وضع الصبی فی الحجر ؍؍ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۸۸

ضَمَّنِی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی صدرہ فقال اللھم علمہ الحکمۃ۔[1]

سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے سینے سے لپٹایا" پھر دعا فرمائی، الٰہی! اسے حکمت سکھادے۔

حدیث چہارم[4]: امام احمد اپنی مسند میں یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

ان حسنًا وحسینًا رضی اللہ تعالیٰ عنھما یستبقا الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضمھما الیہ۔[2]

ایک بار دونوں صاحبزادے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آپس میں دوڑ کرتے ہوئے آئے حضور نے دونوں کو" لپٹا لیا"۔

حدیث پنجم[5]: جامع ترمذی میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ہے:

سُئِلَ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای اھل بیتك احب الیك قال الحسن والحسین وکان یقول لفاطمۃ ادعی لی ابنی فیشمھما ویضمھما۔[3]

سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حضور کو اپنے اہل بیت میں زیادہ پیارا کون ہے؟ فرمایا: حسین اور حسین۔ اور حضور دونوں صاحبزادوں کو حضرت زہرا سے بلوا کر "سینے سے لگا لیتے" اور ان کی خوشبو سونگھتے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارك وسلم۔

حدیث ششم[6]: امام ابوداؤد اپنی سنن میں حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

بینما ھو یحدث القوم وکان فیہ مزاحٌ بینما یضحکھم فطعنہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی خاصرتہ بعود فقال اصبرنی قال اصطبر قال ان علیك قمیصًا ولیس علیّ قمیصٌ فوضع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن قمیصہ

اس اثنا میں کہ وہ باتیں کر رہے تھے اور ان کے مزاج میں مزاح تھا، لوگوں کو ہنسا رہے تھے کہ سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکڑی ان کے پہلو میں چبھوئی، انھوں نے عرض کی مجھے بدلہ دیجئے۔ فرمایا: لے۔ عرض کی، حضور تو کرتا پہنے ہیں اور میں ننگا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کرتا اٹھایا

---

[1] الصحیح البخاری مناقب ابن عباس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۳۱

[2] مسند احمد بن حنبل " " دارالفکر بیروت ۴/۱۷۲

[3] جامع ترمذی مناقب الحسن والحسین " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۳۹-۵۴۰

فاحتضنه وجعل يقبل كشحه قال انما اردت هذا يارسول الله[۱]

انھوں نے حضور کو اپنی "کنار میں لیا" اور تہیگاہِ اقدس کو چومنا شروع کیا پھر عرض کی: یا رسول اللہ! میرا یہی مقصود تھا۔

ع دلِ عشاق حیلہ گر باشد
(عاشقوں کے دل بہانہ تلاش کرنے والے ہوتے ہیں)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ کل من احبہ وبارك وسلم۔

حدیث ہفتم: اسی میں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

مالقيته صلى الله تعالى عليه وسلم قط الاصافحني وبعث الى ذات يوم ولم اكن في اهلي فلما جئت اخبرت به فاتيته وهو على سرير فالتزمني فكانت تلك اجود واجود[۲]

میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضور ہمیشہ مصافحہ فرماتے۔ ایک دن میرے بلانے کو آدمی بھیجا میں گھر میں نہ تھا، آیا تو خبر پائی، حاضر ہوا، حضور تخت پر جلوہ فرما تھے "گلے سے لگالیا" تو اور زیادہ جید اور نفیس تر تھا۔

حدیث ہشتم: ابو یعلیٰ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی:

قالت رأيت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم التزم عليًا وقبّله وهو يقول بابي الوحيد الشهيد[۳]

میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور نے مولیٰ علی کو "گلے لگایا" اور پیار کیا، اور فرماتے تھے میرا باپ نثار اس وحید شہید پر۔

حدیثِ نہم: طبرانی کبیر اور ابن شاہین کتاب السنۃ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

دخل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم واصحابه غديرا فقال ليسبح كل رجل الى صاحبه فسبح كل رجل منهم

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کے صحابہ ایک تالاب میں تشریف لے گئے حضور نے ارشاد فرمایا، ہر شخص اپنے یار کی طرف پیرے۔ سب نے

---

[۱] سنن ابوداؤد باب قبلۃ الجسد (کتاب الادب) مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۹۳

[۲] ؍؍ ؍؍ باب فی المعانقۃ (؍؍ ؍؍) مطبع مجتبائی لاہور ۲/۳۵۲

[۳] مسند ابو یعلیٰ مسند عائشہ مطبوعہ موسسہ علوم القرآن بیروت ۴/۳۱۸

الٰی صاحبہ حتی بقی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابوبکر فسبح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الٰی ابی بکر حتی اعتنقہ فقال لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا ولکنہ صاحبی۔[1]

ایسا ہی کیا یہاں تک کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق باقی رہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صدیق کی طرف پیر کے تشریف لے گئے اور انھیں گلے لگا کر فرمایا: میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرا یار ہے۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی صاحبہ وبارک وسلم۔

حدیث دہم ۱۰: خطیب بغدادی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال کنا عند النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یطلع علیکم رجل لم یخلق اللہ بعدی احدا خیرا منہ ولا افضل ولہ شفاعۃ مثل شفاعۃ النبیین فما برحنا حتی طلع ابوبکر فقام النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقبلہ والتزمہ۔[2]

ہم خدمتِ اقدس حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھے، ارشاد فرمایا: اس وقت تم پر وہ شخص چمکے گا کہ اللہ تعالٰی نے میرے بعد اس سے بہتر و بزرگ تر کسی کو نہ بنایا اور اس کی شفاعت شفاعتِ انبیاء کے مانند ہوگی، ہم حاضر ہی تھے کہ ابوبکر صدیق نظر آئے سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور صدیق کو پیار کیا اور "گلے لگایا"۔

حدیث یازدہم ۱۱: حافظ عمر بن محمد ملا اپنی سیرت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واقفا مع علی بن ابی طالب اذا اقبل ابوبکر فصافحہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعانقہ وقبل فاہ فقال علی اتقبل فا ابی بکر فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا ابا الحسن منزلۃ

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے ساتھ کھڑے دیکھا اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ حاضر ہوئے، حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے مصافحہ فرمایا اور "گلے لگایا" اور ان کے دہن پر بوسہ دیا۔ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے عرض کی: کیا حضور

---

[1] طبرانی کبیر حدیث ۱۱۶۷۶ و ۱۱۹۳۸ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۲۶۱ و ۳۳۹

[2] تاریخ بغداد ترجمہ ۱۴۱ محمد بن عباس ابوبکر القاص مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ۳/ ۲۴-۱۲۳

ابی بکر عندی کمنزلتی عند ربی۔[1] | ابوبکر کا منہ چومتے ہیں؟ فرمایا: اے ابوالحسن! ابوبکر کا مرتبہ میرے یہاں ایسا ہے جیسا میرا مرتبہ میرے رب کے حضور۔

حدیث دوازدہم[12]: ابن عبدربہ کتاب بہجۃ المجالس میں مختصراً اور ریاض نضرہ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مطوّلاً، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابتدائے اسلام میں اظہارِ اسلام اور کفار سے حرب وقتال فرمانا، اور ان کے چہرۂ مبارک پر ضربِ شدید آنا، اس سخت صدمے میں بھی حضورِ اقدس سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال رہنا، حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دارالارقم میں تشریف فرما تھے اپنی ماں سے خدمتِ اقدس میں لے چلنے کی درخواست کرنا مفصلاً مروی، یہ حدیث ہماری کتاب مَطْلَعُ الْقَمَرَیْن فِی اِبَانَۃِ سَبْقَۃِ الْعُمَرَیْن (۱۲۹۷ھ) میں مذکور، اس کے آخر میں ہے:

حتی اذا ھدأت الرجل و سکن الناس خرجتا بہ یتکی علیھما حتی ادخلتاہ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانکب علیہ فقبلہ وانکب علیہ المسلمون ورق لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رقۃ شدیدۃ۔[2] الحدیث۔

یعنی جب پہچل موقوف ہوئی اور لوگ سورہے ان کی والدہ اُم الخیر اور حضرت فاروق اعظم کی بہن ام جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما انھیں لے کر چلیں، بوجہ ضعف دونوں پر تکیہ لگائے تھے، یہاں تک کہ خدمت اقدس میں حاضر کیا، دیکھتے ہی "پروانہ وار شمعِ رسالت پر گر پڑے" (پھر حضور کو بوسہ دیا) اور صحابہ غایتِ محبت سے ان پر گرے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے نہایت رقت فرمائی۔

حدیث سیزدہم[13]: حافظ ابوسعید شرف المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال صعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المنبر ثم قال این عثمان بن عفان؟ فوثب وقال انا

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے پھر فرمایا: عثمان کہاں ہیں؟ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے تابانہ اُٹھے اور عرض کی: حضور! میں یہ

---

[1] سیرت حافظ عمر بن محمد ملا

[2] الریاض النضرۃ ذکر ام الخیر مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد ۱/۷۶

ذا یا رسول اللہ فقال اُدْنُ مِنِّیْ فَدَنَا مِنْہُ فَضَمَّہٗ اِلٰی صَدْرِہٖ وَ قَبَّلَ بَیْنَ عَیْنَیْہِ الخ[1]

حاضر ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے پاس آؤ۔ پاس حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "سینہ سے لگایا" اور آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دیا۔

حدیث چہاردہم[14]: حاکم صحیح مستدرک میں بافادۂ تصحیح اور ابو یعلیٰ اپنی مسند اور ابو نعیم فضائلِ صحابہ میں اور برہان خجندی کتاب اربعین مسمّی بالماء المعین اور عمر بن محمد ملّا سیرت میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال بینا نحن مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی نفر من المھاجرین منھم ابوبکر و عمر و عثمان و علی و طلحۃ والزبیر و عبد الرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لِیَنْھَضْ کُلُّ رَجُلٍ اِلٰی کُفْوِہٖ و نَھَضَ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی عثمان فاعتنقہٗ وقال اَنْتَ وَلِیِّیْ فِی الدُّنْیَا والْاٰخِرَۃِ[2]۔

ہم چند مہاجرین کے ساتھ خدمتِ اقدس حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھے حاضرین میں خلفائے اربعہ و طلحہ و زبیر و عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں ہر شخص اپنے جوڑ کی طرف اٹھ کر جائے اور خود حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اُٹھ کر تشریف لائے ان سے "معانقہ کیا" اور فرمایا: تو میرا دوست ہے دُنیا و آخرت میں۔

حدیث پانزدہم[15]: ابن عساکر تاریخ میں حضرت امام حسن مجتبیٰ وہ اپنے والد ماجد مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجوہما سے راوی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عَانَقَ عثمان بن عفان و قال قد عَانَقْتُ اَخِیْ عثمان فَمَنْ کَانَ لَہٗ اَخٌ فَلْیُعَانِقْہُ[3]۔

حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معانقہ کیا اور فرمایا: میں نے اپنے بھائی عثمان سے معانقہ کیا جس کے کوئی بھائی ہو اسے چاہئے اپنے بھائی سے "معانقہ کرے"۔

---

[1] شرف المصطفیٰ (شرف النبی) باب بیست و نہم میدان انقلاب تہران ص ۲۹۰

[2] المستدرک باب فضائلِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ بیروت ۳/۹۷

[3] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۳۶۲۴۰ مطبوعہ دار الکتب الاسلامی حلب ۱۳/۵۷

اس حدیث میں علاوہ فعل کے مطلقاً حکم بھی ارشاد ہُوا کہ ہر شخص کو اپنے بھائیوں سے معانقہ کرنا چاہئے۔

حدیث شانزدہم[۱۶]: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بتول زہرا سے فرمایا کہ عورت کے حق میں سب سے بہتر کیا ہے؛ عرض کی کہ نامحرم شخص اُسے نہ دیکھے۔ حضور نے "گلے لگالیا اور فرمایا:

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ[۱] (یہ ایک نسل ہے ایک دوسرے سے۔ ت)

اوکما ورد عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم (یا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وارد ہے۔ ت)

بالجملہ احادیث اس بارے میں بکثرت وارد۔ اور تخصیص سفر محض بے اصل و فاسد۔ بلکہ سفر و بے سفر ہر صورت میں معانقہ سنّت، اور سنّت جب ادا کی جائے گی سنّت ہی ہوگی تاوقتیکہ خاص کسی خصوصیت پر شرع سے تصریحاً نہی ثابت نہ ہو، یہاں تک کہ خود امامِ طائفہ مانعین اسمٰعیل دہلوی رسالہ نذور میں کہ مجموعہ زبدۃ النصائح میں مطبوع ہُوا صاف مُقر کہ معانقہ روزِ عید گو بدعت ہو بدعت حسنہ ہے۔ حیث قال (یوں کہا۔ ت)[ف۱]:

ہمہ اوضاع از قرآن خوانی و فاتحہ خوانی وخورانیدن طعام سوائے کندن چاہ و امثال دعا و استغفار و اُضحیہ بدعت ست

کنواں کھودنے اور اسی طرح حدیث میں سے ثابت دوسری چیزوں اور دعا، استغفار، قربانی کے سوا تمام طریقے، قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھلانا

ف۱ مولوی اسمٰعیل دہلوی پیشوایانِ علماءِ دیوبند کی اس عبارت میں چند باتیں قابلِ غور ہیں:

(۱) ایصالِ ثواب کے لئے کنواں کھدوانا، دعا، استغفار، قربانی اور اسی طرح کی دوسری چیزیں بدعت نہیں بلکہ سنّت سے ثابت ہیں۔

(۲) قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھلانا اور اس طرح کے دوسرے طریقے بدعت ہیں مگر بدعتِ حسنہ ہیں۔

(۳) اس سے بدعت کی دو قسمیں معلوم ہوئیں: ۱ بدعتِ حسنہ، ۲ بدعتِ سیئہ۔ لہٰذا ہر بدعت بُری نہیں۔ اور ہر نیا کام صرف بدعت ہونے کے باعث ناجائز و حرام نہیں ہوسکتا بلکہ بعض کام بدعت ہوتے ہُوئے بھی حَسَن اور اچھے ہوتے ہیں۔

(۴) روزِ عید کا معانقہ، اور ہر روز فجر و عصر کے بعد مصافحہ بدعتِ حسنہ جائز اور اچھا ہے ؎

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

منکرین اعلیٰحضرت کا پورا رسالہ نہ مانیں، تمام احادیث وفقہی نصوص سے آنکھیں بند کرلیں مگر انھیں اپنے "پیشوائے اعظم" کے اقرارِ صریح اور کلامِ واضح سے ہرگز مفر نہ ہونا چاہیے۔ (مترجم)

---

[۱] القرآن ۳/۳۴

بدعت حسنہ بالخصوص است مثل معانقہ روزعید ومصافحہ بعد نماز صبح یا عصر[1]

سب بدعت ہیں، مگر خاص بدعت حسنہ ہیں، جیسے عید کے دن معانقہ اور نمازِ فجر یا عصر کے بعد مصافحہ کرنا (بدعتِ حسنہ ہے)۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

۱۳۰۱ھ
سُنی حنفی قادری
عبدالمصطفٰی احمد رضا خاں

اس کے معارضے میں جو فتوٰی مولوی عبدالحی صاحب کا پیش کیا گیا اس کی عبارت یہ ہے:

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد خطبۂ عیدین کے جو مصافحہ ومعانقہ لوگوں میں مروج ہے وہ مسنون ہے یا بدعت؟ بَیِّنُوا تُوْجَرُوْا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

ھو المُصَوِّب (وہی درستی تک پہنچانے والا ہے) بعد عید مصافحہ ومعانقہ مسنون نہیں، اور علماء اس باب میں مختلف ہیں، بعض بدعتِ مباحہ کہتے ہیں اور بعض بدعت مکروہہ۔ علٰی کل تقدیر ترک[ع] اس کا

ع: اس کے بعد فتوٰی مذکور میں چار عبارتیں نقل کیں:

(۱) عبارتِ اذکار کہ اس مصافحہ میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) عبارتِ درمختار کہ یہ بدعتِ مباحہ بلکہ حسنہ ہے کما ھو موجود فی الدر وان اقتصر المجیب فی النقل (یہ درمختار میں موجود ہے اگرچہ مجیب نے صرف نام پر کفایت کی ہے۔ ت)

(۳) عبارتِ ردالمحتار کہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ہمیشہ بعد نماز کے جاؤ تو جاہل سنت سمجھ لیں گے۔ اور ابن حجر شافعی نے اسے مکروہ کہا ہے۔

(۴) عبارتِ مدخل ابن حاج مالکی المذہب کہ غیبت کے بعد ابن عُیینہ نے جائز رکھا، اور عید میں ان لوگوں سے جو اپنے ساتھ حاضر ہیں، نہیں[ف]۔ اور مصافحہ بعد عید مجھے معروف نہیں مگر (باقی برصفحہ آیندہ)

ف: یعنی عید میں ان لوگوں سے معانقہ جائز نہیں جو اپنے ساتھ حاضر ہیں۔ (مترجم)

---

[1] مجموعہ زبدۃ النصائح

اولیٰ ہے الخ۔[ف]

ابوالحسنات محمد عبدالحی

عبارات کہ حاشیہ پر لکھ کر پیش کی گئیں بحروفہٖ یہ ہیں:

اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجحًا علی فعل البدعۃ ۱۲ ردالمحتار[۱]

جب حکم سنت و بدعت کے درمیان مُتَرَدِّد ہو تو ارتکاب بدعت پر ترکِ سنّت کو ترجیح دی جائیگی[ف۲]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عبداللہ بن نعمان فرماتے ہیں میں نے مدینۂ خاص میں جبکہ وہاں علماء، صالحین بکثرت موجود تھے، دیکھا کہ وہ نمازِ عید سے فارغ ہوکر آپس میں مصافحہ کرتے، تو اگر سلف سے نقل مساعد ہو تو کیا کہنا ورنہ ترک اولیٰ ہے۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

ف۱ مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی کے اس فتوے کا حاصل یہ ہے کہ بعد عید مصافحہ و معانقہ حدیث سے ثابت نہیں —— رہے علماء و فقہاء —— تو ان میں اختلاف ہے، کچھ بدعتِ مباحہ کہتے ہیں کچھ بدعتِ مکروہہ۔ بہر تقدیر اسے نہ کرنا بہتر ہے۔ "نہ کرنا بہتر ہے" سے اتنا ضرور ثابت ہوجاتا ہے کہ کرلیا تو جائز ہے)۔ مولانا فرنگی محلی کا یہی فتویٰ (جو ان کے مجموعۂ فتاویٰ طبع اول کے ج ۱ ص ۵۲۸ پر ہے) بریلی کے ان عالم نے بھیجا جن سے اعلیٰحضرت اپنے جواب میں خطاب کر رہے ہیں، ساتھ ہی انھوں نے اس مجموعۂ فتاویٰ کے حاشیہ پر معانقۂ عید کی ممانعت کے ثبوت میں وہ عبارتیں بھی لکھ دیں جنھیں کتاب "وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید" میں اعلیٰحضرت نے بعینہٖ نقل فرمایا اور التماس چہارم سے ان پر بحث کی۔ (مترجم)

ف۲ یعنی جب معاملہ ایسا ہو کہ کرے تو کسی بدعت کا مرتکب ہوتا ہے، نہ کرے تو کوئی سنت چھوٹتی ہے، ایسی صورت میں یہی حکم ہے کہ نہ کرے کہ اس سے سنت اگرچہ چھوٹ جائے گی مگر بدعت کا مرتکب تو نہ ہوگا۔ معانقۂ عید کا بھی یہی حال ہے۔ لہٰذا اس سے بھی ممانعت ہی کا حکم دیا جائے گا۔ اعلیٰحضرت نے التماس نہم میں اس استدلال کا جواب دیا ہے کہ یہاں بدعت سے مراد بری بدعت ہے' اور معانقۂ عید ایسا ہرگز نہیں' بلکہ اپنی اصلیت کے لحاظ سے سنّت اور خصوصیتِ بعد عید کے لحاظ سے مباح، اور قصدِ حسن کے ساتھ ہو تو مستحسن ہے، لہٰذا آپ کی عبارت مذکورہ معانقۂ عید پر منطبق (فٹ) ہو ہی نہیں سکتی۔ (مترجم)

[۱] ردالمحتار مطلب اذا تردد الحکم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۸۲

نقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انہ
تکرہ المصافحۃ بعد اداء الصلٰوۃ
بکل حال لان الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی
عنہم ماصافحوا بعد اداء الصلٰوۃ ولانہا
من سنن الروافض اھ ثم نُقل عن ابن حجر
من الشافعیۃ انہا بدعۃ مکروھۃ لا اصل
لہا فی الشرع وانہ ینبہ فاعلہا اولًا و
یعزر ثانیا ثم قال وقال ابن الحاج من
المالکیۃ فی المدخل انہا من البدع و
موضع المصافحۃ فی الشرع انما ھو عند لقاء
المسلم لاخیہ لا فی ادبار الصلوات فحیث
وضعہا الشرع یضعہا فینہٰی عن ذلک و
یزجر فاعلہ لما اتٰی بہ من خلاف
السنۃ اھ ردالمحتار **قولہ**عہ
لا یخرج الخ ولا یخفی ان
فی کلام الامام نوع تناقض لان

ردالمحتار میں ہے کہ تبیین المحارم میں ملتقط سے منقول
ہے کہ ادائے نماز کے بعد مصافحہ بہر حال مکروہ ہے
(۱) اس لئے کہ صحابہ نے بعد نماز مصافحہ نہیں کیا،
(۲) اس لئے کہ یہ رافضیوں کا طریقہ ہے اھ
پھر علامہ ابن حجر شافعی سے منقول ہے کہ یہ مصافحہ
بدعت مکروہہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں
اس کے مرتکب کو اولاً متنبہ کیا جائے گا، نہ مانے تو
سرزنش کی جائے گی۔ پھر فرمایا کہ ابن الحاج مالکی
مدخل میں لکھتے ہیں کہ یہ مصافحہ بدعت ہے (۳) اور
شریعت میں مصافحہ کا محل مسلمان کی اپنے مسلمان
بھائی سے ملاقات کا وقت ہے، نمازوں کے بعد کے
اوقات مصافحہ کا شرعی محل نہیں، شریعت نے جو محل
مقرر کیا ہے اسے وہیں رکھے تو نمازوں کے بعد مصافحہ
کرنے والے کو روکا اور زجر کیا جائے گا اس لئے کہ
وہ خلافِ سنت فعل کا مرتکب ہے اھ ردالمحتار
(حاشیہ ذیل میں مندرج امام نووی کی عبارتِ اذکار پر

عہ کتبہ المعترض حاشیۃ علی ما نُقل فی
الفتاوی اللکنویۃ فی عبارۃ الاذکار للامام النووی
رحمہ اللہ تعالٰی من قولہ "لاباس بہ فان
اصل المصافحۃ سنۃ وکونہم حافظوا علیہا
فی بعض الاحوال وفرطوا فی کثیر من الاحوال
او اکثرہا لایخرج ذلک البعض عن کونہ من
المصافحۃ التی ورد الشرع باصلہا" اھ ۱۲ منہ
رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

فتاوی مولوی عبدالحی لکھنوی میں امام نووی کی کتاب
اذکار سے منقولہ عبارت پر بریلی کے معترض مولوی صاحب
نے یہ حاشیہ لکھا ہے امام نووی کی عبارت یہ ہے:
"اس مصافحہ میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ اصل
مصافحہ سنت ہے، اور اکثر حالات میں لوگ مصافحہ
کے اندر کوتاہی کرنے کے ساتھ صرف بعض حالات
میں اگر مصافحہ کی پابندی کرتے ہیں تو اس سے یہ بعض
حالات والا مصافحہ (مثلاً مصافحہ بعد نماز) اس
مصافحہ جائزہ کے دائرے سے خارج نہ ہوگا جس کی اصلیت شرع سے ثابت ہے۔ (ت)

اتیان السنۃ فی بعض الاوقات لایسمّی بدعۃ مع ان عمل الناس فی الوقتین المذکورین لیس علی وجہ الاستحباب المشروع، لان محل المصافحۃ المذکورۃ اوّل الملاقاۃ وقد یکون جماعۃ یتلاقون من غیر مصافحۃ و یتصاحبون بالکلام و بمذاکرۃ العلم وغیرہ مدۃ مدیدۃ ثم اذا صلوا یتصافحون فاین ھذا من السنۃ المشروعۃ وبھذا صرح بعض العلماء بانھا مکروھۃ وح؏ انھا من البدع المذمومۃ[1] ۱۲ کذا فی المرقاۃ۔

اعتراض کرتے ہوئے مولوی صاحب مذکور نے حاشیہ لکھا ہے) ظاہر ہے کہ امام نووی کے کلام میں ایک طرح کا تعارض ہے۔ اس لئے کہ اگر لوگ بعض اوقات "سنت کے مطابق" مصافحہ کرتے ہیں تو اسے بدعت نہیں کہا جائے گا۔ لیکن فجر و عصر کے بعد مصافحہ کا عمل استحبابِ مشروع کے طور پر نہیں ہے، اس لئے کہ جائز و مشروع مصافحہ کا عمل بس اوّلِ ملاقات ہے، اور یہاں تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ملاقات بلا مصافحہ کرتے ہیں اور دیر تک گفتگو و علمی بحث وغیرہ میں ایک ساتھ رہتے ہیں پھر جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو مصافحہ کرتے ہیں، یہ سنتِ مشروعہ کہاں! اسی لئے تو بعض علماء نے صراحۃً فرمایا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور اس کا شمار مذموم بدعتوں میں ہے۔ یہی عبارت مرقاۃ میں ہے۔ (ت)

عیدِ ثانی میں

تحریر جواب و تقریر صواب و ازالۂ اوہام و کشفِ حجاب — یعنی اُس تحریر کی نقل جو برسمِ جواب مولوی معترض کے پاس مرسل ہُوئی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

جناب مولانا! دام مجدکم، بعد ما ھو المسنون ملتمس، فتوٰی فقیر دربارۂ معانقہ کے جواب میں مجموعہ فتاوٰی مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی جناب نے ارسال فرمایا اور اس کی جلد اول صفحہ ۵۲۸ طبع اول میں جو فتوٰی معانقہ

---

[1] ھکذا بخطہ ولیست بھذہ الحاء فی عبارۃ المرقاۃ ولا لھا محل فی العبارۃ کما لا یخفی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

مولوی صاحب موصوف کی تحریر میں اسی طرح "ح" بنی ہوئی ہے مگر یہ عبارۃ مرقاۃ میں نہیں ہے، عبارت میں اس کا موقع بھی نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ (ت)

مندرج ہے پیش کیا اور اس کے حاشیے پر تائیداً کچھ عبارتِ ردالمحتار و مرقاۃ بھی تحریر فرمادی، سائل مُظہر کہ جب جناب سے یہ گزارش ہُوئی کہ آیا یہ مجموعہ آپ کے نزدیک مُستَنَد ہے تو فرمایا: "ہمارے نزدیک مستند نہ ہوتا تو ہم پیش کیوں کرتے" اور واقعی یہ فرمانا ظاہر و بجا ہے۔ فقیر کو اگرچہ ایسے مُعارَضہ کا جواب دینا ضرور نہ تھا مگر حسبِ اصرارِ سائل، محض بغرضِ احقاقِ حق و اِزہاقِ باطل چند التماس ہیں۔ معاذ اللہ کسی دوسری وجہ پر حمل نہ فرمائے فقیر ہر مُسن مسلمان کو مستحقِ ادب جانتا ہے خصوصاً جناب تو اہلِ علم و سادات سے ہیں، مقصود صرف اتنا ہے کہ جناب بھی بمقتضائے بزرگیِ حسب و نسب و عمر و علم ان گزارشوں کو بنظرِ غور و تحقیقِ حق استماع فرمائیں، اگر حق واضح ہو تو قبول، مرجوح و مامول کہ علماء کے لئے رجوع الی الحق عار نہیں بلکہ معاذ اللہ اِصرار علی الباطل ——

قال تعالٰی:

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ[1]	تو خوشی سناؤ اُن بندوں کو جو کان لگا کر بات سُنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ (ت)

التماس اوّل: اس مجموعہ فتاوٰی سے استناد الزاماً ہے یا تحقیقاً؟ علی الاوّل فقیر نے کب کہا تھا کہ کسی مُعاصر کی تحریر مجھ پر حجت ہے، علی الثانی پہلے دلیل سے ثابت کرنا تھا کہ یہ کتاب خادمانِ علم پر احتجاجاً پیش کرنے کے قابل ہے[2]

---

[1] حاصل یہ ہے کہ ہم نے معانقہ عید کا جواز احادیثِ کریمہ سے ثابت کیا، مستند فقہی عبارتیں پیش کیں، اس احادیث اور نصوص سے مدلل فتوے کے جواب میں آپ مولوی عبدالحی صاحب کا فتوٰی مستند بنا کر پیش کر رہے ہیں، ایسی مخالف دلیل کا جواب تو کوئی ضروری نہ تھا مگر سائل کے اصرار پر حق کو حق دکھانے اور باطل و ناحق کو مٹانے کی خاطر آپ کی خدمت میں چند التماس ہیں، ان التماسوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ بنگاہِ غور دیکھیں اگر حق واضح ہو تو آپ سے اُسے قبول کر لینے کی امید ہے اس لئے کہ حق کی طرف رجوع اور اسے قبول کرلینا علماء کے لئے عار نہیں بلکہ معاذ اللہ باطل و ناحق بات پر اڑے رہنا شانِ علماء کے خلاف ہے۔ (ت)

[2] **توضیح:** آپ نے میرے فتوے کے جواب میں مولوی عبدالحی صاحب کا مجموعہ فتاوٰی مستند بنا کر پیش کیا ہے اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) یا تو مجھے الزام دینا مقصود ہے کہ دیکھئے آپ کی مستند اور مانی ہوئی کتاب میں (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] القرآن ۳۹/ ۱۸

دوم: شاید جناب نے اس مجموعہ کو استیعاباً ملاحظہ نہ فرمایا اس میں بہت جگہ وُہ مسائل وکلمات ہیں جو آج کل کے فرقۂ مانعین کے بالکل مخالف وقاطعِ اصل مذہب ہیں۔ تمثیلاً ان میں سے چند کا نشان دوں۔

جلد اول صفحہ ۱۳۱ ۵ پر لکھتے ہیں:

"کتبِ فقہیہ میں نظائر اس کے بہت موجود ہیں کہ ازمنۂ سابقہ میں اُن کا وجود نہ تھا مگر بسبب اَغراضِ صالحہ کے حکم اُس کے جواز کا دیا گیا۔"[۱]

صفحہ ۲۹۴ پر ہے:

"الوداع یا الفراق کا خطبہ آخر رمضان میں پڑھنا اور کلمات حسرت ورخصت کے ادا کرنا فی نفسہٖ امر مباح ہے بلکہ اگر یہ کلمات باعثِ ندامت وتوبہ سامعان ہُوئے تو اُمیدِ ثواب ہے۔ مگر اس طریقہ کا ثبوت قرونِ ثلٰثہ میں نہیں[۲] الخ۔"

جلد دوم صفحہ ۷۰ میں ہے:

کسے کہ می گوید کہ وجودیہ وشہودیہ از اہلِ بدعت اند قولش قابلِ اعتبار نیست ومنشاءِ قولش جہل وناواقفیت است از احوالِ اولیاء۔ واز معنی توحیدِ وجودی وشہودی وشاعرے کہ ذمِّ ہر دو فرقہ ساختہ قابلِ ملامت ست[۳]

جو کہتا ہے کہ وجودیہ اور شہودیہ اہلِ بدعت سے ہیں اس کا قول قابلِ اعتبار نہیں، اور اس کے قول کی بنیاد یہ ہے کہ وہ اولیاء کے احوال اور توحیدِ وجودی وشہودی کے معنی سے جاہل و بے خبر ہے، اور جس شاعر نے دونوں فرقوں (وجودیہ وشہودیہ) کی مذمت کی ہے وُہ قابلِ ملامت ہے۔ (ت)

صفحہ ۱۲۴ پر ہے:

"شغلِ برزخ اس طور پر کہ حضرات صوفیہ صافیہ نے لکھا ہے نہ شرک ہے نہ ضلالت، ہاں افراط وتفریط اس میں منجر ضلالت کی طرف ہے، تصریح اس کی مکتوبات مجددؒ الف ثانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) آپ کے خلاف ہے، مگر میں نے کب کہا کہ اس زمانے کے کسی عالم کی تحریر مجھ پر حجت ہے۔

(۲) یا یہ کہ آپ نے خود تحقیقی طور پر اُسے سب کے لئے معتمد اور مستند جان کر پیش کیا ہے، تو آپ کو پہلے دلیل سے ثابت کرنا تھا کہ یہ کتاب قابلِ استدلال اور علماء پر حجت وسند بنا کر پیش کرنے کے لائق ہے، اور جب یہ دونوں صورتیں صحیح نہیں تو اس مجموعۂ فتاوٰی کو یہاں پیش کرنا ہی بے محل ہے۔ (مترجم)

---

[۱] مجموعہ فتاوٰی عبدالحی

[۲] مجموعۂ فتاوٰی عبدالحی   کتاب الحظر والاباحۃ   مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ   ۲/۲۴-۲۵

[۳] 〃   〃   〃   ۲/۵۸

میں جابجا موجود ہے؛[1] ف

جلد سوم صفحہ ۵۸ میں ہے:

سوال: وقتِ ختمِ قرآن در تراویح سہ بار سورۂ اخلاص می خوانند مستحسن است یا نہ؟

جواب: مستحسن ست۔[2]

سوال: تراویح میں ختمِ قرآن کے وقت تین بار سورۂ اخلاص پڑھتے ہیں یہ مستحسن ہے یا نہیں؟

جواب: مستحسن ہے۔ (ت)

صفحہ ۱۲۷ پر ہے:

سوال: بسم اللہ نوشتن بر پیشانیِ میت از انگشت درست ست یا نہ؟

جواب: درست ست۔[3]

سوال: انگلی سے میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: درست ہے۔ (ت)

صفحہ ۱۵۲ میں ہے:

در مجالسِ مولد شریف کہ از سورۂ والضحیٰ تا آخر می خوانند البتہ بعد ختمِ ہر سورۃ تکبیری گویند راقم شریکِ مجالس متبرکہ بودہ ایں امر را مشاہدہ کردم ہم در مکہ معظمہ وہم در مدینہ منورہ وہم در جدہ۔[4]

میلاد شریف کی محفلوں میں سورہ والضحیٰ سے آخر قرآن تک پڑھتے ہیں، ہر سورۃ ختم کرنے کے بعد تکبیر کہتے ہیں۔ راقم نے ان متبرک محفلوں میں شریک ہو کر اس امر کا مشاہدہ کیا ہے مکہ معظمہ میں بھی، مدینہ منورہ میں بھی اور جدہ میں بھی۔ (ت)

طرفہ تر یہ کہ صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں:

ف: ارواح سے توجہ طلبی، تصورِ شیخ، شغلِ برزخ وغیرہ سے متعلق اعلحضرت قدس سرہٗ ایک مدلل رسالہ ہے الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطۃ (۱۳۰۹ھ) جس میں نصوص علماء اور مستندینِ مانعین کی عبارتوں سے اس کا جواز ثابت فرمایا ہے، قابلِ مطالعہ ہے۔ (مترجم)

---

[1] مجموعہ فتاوٰی عبدالحی

[2] " " " باب التراویح مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۵۷

[3] " " " باب ما یتعلق بالموتی " " " ۱/۱۲۳

[4] " " " باب القراءۃ فی الصلوٰۃ " " " ۳/۵۲

سوال: پارچہ جھنڈا سالار مسعود غازی در مصرف خود آرد یا تصدق نماید؟

جواب: ظاہراً در استعمال پارچہ مذکور بصرف خود وجہے کہ موجب بزہ کاری باشد نیست و اولٰی آنست کہ بمساکین و فقراء دہد[1]

سوال: سید سالار مسعود غازی کے جھنڈے کا کپڑا اپنے مصرف میں لائے یا صدقہ کردے؟

جواب: مذکورہ کپڑا اپنے مصرف میں لانے کے اندر بظاہر گناہ کی کوئی وجہ نہیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ مساکین و فقراء کو دے دے۔ (ت)

جناب سے سوال ہے کہ مولوی صاحب کے یہ اقوال کیسے؟ اور ان کے قائل و معتقد کا حکم کیا ہے؟ خصوصاً شغلِ برزخ کو جائز جاننے والا معاذ اللہ مشرک یا گمراہ ہے یا نہیں؟ اور جس کتاب میں ایسے اقوال مندرج ہوں مستند و معتمد ٹھہرے گی یا پایۂ احتجاج سے ساقط ہوگی؟ بیّنوا توجروا۔

سوم: مولوی صاحب نے اس فتوٰی میں معانقۂ عید کی نسبت صرف اتنا حکم دیا کہ "ترک اس کا اولٰی ہے" اس سے ممانعت درکنار اصلاً کراہت بھی ثابت نہیں ہوتی" اَوْلَوِیّتِ ترک نہ مشروعیت و اباحت کے منافی نہ کراہت کو مستلزم ف"۔ ردالمحتار میں ہے:

الاقتصار علی الفاتحۃ مسنون لاواجب فکان الضم خلاف الاولٰی وذٰلک لاینافی المشروعیۃ والاباحۃ بمعنی عدم الاثم فی الفعل والترک[2]

نمازِ فرض کی تیسری چوتھی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پر اکتفا کرنا صرف مسنون ہے، واجب نہیں۔ تو ان رکعتوں میں سورۃ ملانا خلافِ اولٰی ہوگا اور یہ اس کے جائز و مباح ہونے کے منافی نہیں۔ اباحت بایں معنی کہ کرنے نہ کرنے دونوں میں کوئی گناہ نہیں۔ (ت)

ف فقہاء اگر یہ حکم کریں کہ فلاں امر کا ترک بہتر ہے تو اس سے ہرگز یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ چیز ناجائز ہے بلکہ مکروہ ہونا بھی لازم نہیں آتا، یہ ایک عظیم قاعدہ ہے جو حفظ کرلینے کے قابل اور بہت سے مقامات میں مفید ہے۔ اس قاعدے کے پیشِ نظر مولانا عبدالحی صاحب نے معانقۂ عید کے متعلق جب صرف اتنا لکھا کہ اُس کا نہ کرنا بہتر ہے تو اُس سے معانقۂ مذکور کا ناجائز یا مکروہ ہونا بالکل ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ پھر ممانعتِ معانقہ کے بارے میں فتوٰی مذکور سے استدلال ہی بالکل بیکار اور اپنے خلاف استدلال ہے۔ (ت)

---

[1] مجموعہ فتاوٰی باب تحلیل استعمالہ وما لا یحل مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۱۶/۳

[2] ردالمحتار مطلب کل صلوٰۃ مکروہۃ تجب اعادتہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۵۹/۱

اسی میں ہے :

صرّح فی البحر فی صلوٰۃ العید عند مسئلۃ الاکل بانہ لایلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ" اذ لابدّ لھا من دلیل خاص" اھ واشار الی ذلک فی التحریر الاصولی بان "خلاف الاولٰی مالیس فیہ صیغۃ نھی کترک صلوٰۃ الضحٰی بخلاف المکروہ تنزیھا[1]

بحرالرائق میں جہاں یہ مسئلہ ہے کہ نمازِ عید سے پہلے کچھ کھالینا مستحب ہے وہیں ہے کہ اس مستحب کو اگر کسی نے ترک کردیا تو وہ فعلِ مکروہ کا مرتکب نہ ہوگا کیونکہ ترکِ مستحب سے کراہت کا ثبوت لازم نہیں، اس لئے کہ مکروہ ہونے کے لئے کوئی خاص دلیل ضروری ہے، اور اس کی طرف تحریرِ اصولی میں بھی اشارہ کیا ہے کہ "خلافِ اَولٰی وہ ہے جس میں ممانعت اور نہی کا صیغہ نہ ہو"۔ جیسے نمازِ چاشت کا ترک بخلاف مکروہِ تنزیہی کے کہ اس میں نہی و ممانعت کا صیغہ ہوتا ہے۔ (ت)

پھر اگر جناب کے نزدیک بھی حکم وہی ہے جو مولوی صاحب نے اپنے فتوٰی میں لکھا تو تصریح فرمادیجئے کہ عید کا معانقہ شرعاً ممنوع نہیں، نہ اس میں اصلاً کوئی حرج ہے، ہاں نہ کرنا بہتر ہے کرلے تو مضائقہ نہیں۔

چہارم: آپ نے جو عبارات ردالمحتار و مرقات نقل فرمائیں ان میں معانقۂ عید کی ممانعت کا کہیں ذکر نہیں اُن میں تو مصافحہ بعد نمازِ فجر و عصر یا نمازِ پنجگانہ کا بیان ہے، اور جناب کو منصبِ اجتہاد حاصل نہیں کہ ایک مسئلہ کو دوسرے پر قیاس فرماسکیں۔ اگر فرمائیے کہ "جو دلائل اس میں لکھے ہیں یہاں بھی جاری"۔

اقول: یہ محض ہوس ہے، اُن عبارتوں میں تین دلیلیں مذکور ہُوئیں :

(۱) محلِ مصافحہ ابتدائے ملاقات ہے نہ بعد صلوات۔

(۲) یہ مصافحۂ مخصوصہ سنّتِ روافض ہے۔

(۳) صحابۂ کرام نے یہ خاص مصافحہ نہ کیا۔

یہ تینوں تعلیلیں اگرچہ فی اَنفُسِھا خود ہی علیل اور ناقابلِ قبول ہیں کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالٰی کی مدد سے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) ولہذا قولِ اصح یہی ٹھہرا کہ وہ مصافحۂ مخصوصہ بھی جائز و مباح ہے کما ستذکر ان شاء اللہ تعالٰی (جیسا کہ

---

[1] ردالمحتار مطلب لایلزم من ترک المستحب ثبوت الکراہۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۷۷

ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آگے ذکر کریں گے۔ ت) مگر ہمارے مسئلہ دائرہ یعنی معانقہ عید سے دو دلیل پیشیں کو تو اصلاً علاقہ نہیں۔

محل مصافحہ خاص ابتدائے لقا ہو تو بھی "معانقہ" کی اُس وقت سے تخصیص ہرگز مسلّم نہیں و من ادعی فعلیہ البیان (جو مدعی ہو بیان اس کے ذمہ۔ ت)

مولوی صاحب لکھنوی کا بے دلیل و سند لکھنا مسموع نہیں ہوسکتا، بلکہ معانقہ مثل تقبیل اظہار سرور و بشاشت و وداد و محبت ہے، جیسے تقبیل خاص ابتدائے لقا سے مخصوص نہیں، یوں ہی معانقہ۔

جناب نے فتوائے فقیر میں حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی کتاب السنۃ ابن شاہین و معجم کبیر امام طبرانی ملاحظہ فرمائی ہوگی کہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تالاب پیرنے میں امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گلے لگایا ـــــ و نیز حدیث اُسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی سنن ابی داؤد کہ انھوں نے باتیں کرتے کرتے حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کُرتا اٹھانے کی درخواست کی حضور نے قبول فرمائی، وہ حضور کے بدنِ اقدس سے لپٹ گئے اور تہی گاہ مبارکہ پر بوسہ دیا ـــــ و نیز حدیث صحیح مستدرک کہ اثنائے مجلس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ذی النورین سے معانقہ فرمایا ـــــ و نیز حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا: عورت کے لئے سب سے بہتر کیا ہے؟ عرض کی: یہ کہ کوئی نامحرم اُسے نہ دیکھے۔ حضور نے گلے سے لگا لیا ـــــ ان سب صورتوں میں ابتدائے لقا کا وقت کہاں تھا کہ معانقہ فرمایا گیا۔ ـــــ یوں ہی پیار سے اپنے بچّوں، بھائیوں، زوجہ کو گلے لگانا شاید اوّل ملاقات ہی پر جائز ہوگا، پھر ممانعت کی جائے گی؟

یُوں ہی مصافحہ بعد نمازِ فجر و عصر اگر کسی وقت کے روافض نے ایجاد کیا اور خاص ان کا شعار رہا ہو، اور بدیں وجہ اس وقت کے علماء نے اہلسنّت کے لئے اسے ناپسند رکھا ہو تو معانقہ عید کا زبردستی اس پر قیاس کیونکر ہوجائے گا، پہلے ثبوت دیجئے کہ "یہ رافضیوں کا نکالا اور انھیں کا شعار خاص ہے" ورنہ کوئی امر جائز کسی بدمذہب کے کرنے سے ناجائز یا مکروہ نہیں ہوسکتا۔ لاکھوں باتیں ہیں جن کے کرنے میں اہلسنّت و روافض بلکہ مسلمین و کفار سب شریک ہیں۔ کیا وہ اس وجہ سے ممنوع ہوجائیں گی؟

بحر الرائق و درمختار و ردالمحتار وغیرہا ملاحظہ ہوں کہ "بدمذہبوں سے مشابہت اُسی امر میں ممنوع ہے جو فی نفسہٖ شرعاً مذموم یا اُس قوم کا شعار خاص یا خود فاعل کو اُن سے مشابہت پیدا کرنا مقصود ہو ورنہ زنہار وجہِ ممانعت نہیں۔"

رہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا نہ کرنا، یہ تنہا دلیل منع نہیں ہوسکتا۔ آپ کی تینوں کتب مستندہ اعنی مجموعہ فتاوٰی وردالمحتار و مرقاۃ شریف اور ان کے سواصد ہا کتب معتمدہ اس کے بطلان پر گواہ ہیں۔ فقہائے کرام سیکڑوں چیزوں کو یہ تصریح فرماکر کہ نو پیدا ہیں جائز بلکہ مستحب و مستحسن بلکہ واجب بتاتے اور محدثات کو اقسام خمسہ کی طرف تقسیم فرماتے ہیں، مجموعہ فتاوٰی کی عبارتیں گزریں، ردالمحتار میں ہے:

قولہ ای صاحب بدعۃ ای محرمۃ والا فقد تکون واجبۃ کنصب الادلۃ للرد علی اھل الفرق الضالۃ وتعلم النحو المفھم الکتاب والسنۃ ومندوبۃ کاحداث نحو رباط ومدرسۃ وکل احسان لم یکن فی الصدر الاول ومکروھۃ کزخرفۃ المساجد ومباحۃ کالتوسع بلذیذ الماکل والمشارب والثیاب کما فی شرح الجامع الصغیر للمناوی عن تھذیب النووی ومثلہ فی الطریقۃ المحمدیۃ للبرکوی۔[1]

شارح کا قول "صاحب بدعت" یہاں بدعت سے مراد حرام بدعت ہے، ورنہ بدعت واجب بھی ہوتی جیسے گمراہ فرقوں کا رَد کرنے کے لئے دلائل قائم کرنا، علمِ نحو سیکھنا جس سے کتاب و سنت کو سمجھ سکیں۔ مستحب بھی جیسے سرائے اور مدرسہ جیسی چیزیں تعمیر کرنا، اور ہر وہ نیک کام جو زمانۂ اوّل میں نہ رہا ہو۔ مکروہ بھی جیسے مسجدوں کو آراستہ و منقش کرنا۔ مباح بھی جیسے کھانے پینے کی لذیذ چیزوں اور کپڑوں میں وسعت و فراخی کی راہ اختیار کرنا۔ جیسا کہ علامہ مناوی کی شرح جامع صغیر میں علامہ نووی کی کتاب تہذیب سے منقول ہے، اور اسی طرح علامہ برکوی کی کتاب "الطریقۃ المحمدیۃ" میں مذکور ہے۔ (ت)

مرقات شریف میں ہے:

احداث مالا ینازع الکتاب والسنۃ کما سنقررہ بعد لیس بمذموم۔[2]

ایسا فعل ایجاد کرنا جو کتاب و سنّت کے مخالف نہ ہو بُرا نہیں۔ جیسا کہ ہم آگے ثابت کریں گے(ت)

پھر ایک صفحہ کے بعد بدعت کا واجب[1] و حرام[2] و مندوب[3] و مکروہ و مباح ہونا مفصلاً ذکر فرمایا۔

عالمگیری میں ہے:

لاباس بکتابۃ اسامی السور وعدد الآی

مصحف شریف میں سورتوں کے نام، اور آیتوں کی

---

[1] ردالمحتار باب الامامت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۶۰

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ مطبوعہ امدادیہ ملتان ۱/۲۱۵

وھو ان کان احداثا فھو بدعۃ حسنۃ وکم من شئ کان احداثا وھو بدعۃ حسنۃ۔[1]

تعداد لکھنے میں کوئی حرج نہیں، اور وہ اگرچہ نئی ایجاد اور بدعت ہے مگر بدعت حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو نوایجاد تو ہیں مگر بدعت حسنہ ہیں۔ (ت)

امام ابن الھمام فتح القدیر میں رکعتینِ قبلِ مغرب کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت نہ ہونا ثابت کرکے بتاتے ہیں:

ثم الثابت بعد ھذا ھو نفی المندوبیۃ اما ثبوت الکراھۃ فلا الا ان یدل دلیل اٰخر۔[2]

پھر اس ساری گفتگو کے بعد صرف یہ ثابت ہوا کہ نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں مندوب و مستحب نہیں لیکن مکروہ ہونا ثابت نہیں، ہاں اگر ثبوتِ کراہت پر کوئی اور دلیل ہو تو البتہ۔ (ت)

مع ہذا حضراتِ مانعینِ زمانہ تین قرن تک اختیارِ تشریع مانتے، اور محدثاتِ تابعین کو بھی غیر مذموم جانتے ہیں، تو صرف عدمِ فعلِ صحابہ سے استدلال اُن کے طور پر بھی ناقص و ناتمام ہے[ف1]۔ کلام ان مباحث میں طویل ہے کہ ہم نے اپنے رسائلِ عدیدہ میں ذکر کیا یہاں بھی دو حرفِ مجمل کافی ہیں وباللہ التوفیق۔

پنجم: ردالمحتار و مرقات کی یہ عبارتیں اگر جناب نے دیکھیں تو درر و غرر و کنزالدقائق و وقایہ و نقایہ و مجمع و ملتقی و اصلاح و ایضاح و تنویر وغیرہا عامہ متونِ مذہب کے اطلاقات ملاحظہ فرمائے ہوتے جنھوں نے مطلقاً بلاتقیید و تخصیص مصافحہ کی اجازت دی۔ درمختار و حاشیہ علامہ طحطاوی و شرح علامہ شہاب شلبی و

ف1: مانعین کسی چیز کی ایجاد اور جائز و مشروع قرار دینے کا اختیار صرف تین زمانوں تک محدود مانتے ہیں:

(۱) زمانۂ رسالت (۲) زمانۂ صحابہ (۳) زمانۂ تابعین

ان کے اس نظریہ سے اتنا ثابت ہے کہ زمانۂ تابعین کی ایجادات بھی بُری نہیں۔ تو مصافحۂ مذکورہ کی ممانعت کے ثبوت میں صرف صحابۂ کرام کے نہ کرنے سے استدلال ناقص و ناتمام ہے، اپنے ہی نظریہ کے مطابق یہ بھی ثابت کرنا تھا کہ زمانۂ تابعین میں بھی اس کا وجود و ثبوت نہیں۔ (ت)

---

[1] عالمگیری (فتاوٰی ہندیہ) باب آداب المسجد مطبوعہ پشاور ۵/۳۲۳

[2] فتح القدیر باب النوافل ؍؍ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۹

فتح اللہ المعین حاشیۂ کنز وغنیۂ ذوی الاحکام حاشیۂ درر وحاشیۂ مراقی الفلاح ونسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض ومجمع بحار الانوار ومطالب المومنین ومسوّٰی شرح مؤطا وتکملۂ شرح اربعین علامہ برکوی للعلامہ محمد آفندی وحدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ للعلامۃ النابلسی وفتوٰی امام شمس الدین بن امام سراج الدین حانوتی وغیرہم علمائے حنفیہ کی تصریحاتِ جلیلہ بھی دیکھی ہوتیں کہ صاف صاف مصافحۂ مذکورہ اور اسی طرح مصافحۂ عید کو بھی جائز بلکہ مستحسن بلکہ سنّت بتاتے ہیں۔ درمختار میں ہے:

اطلاق المصنف تبعاللدرر والکنز والوقایۃ والمجمع والملتقی وغیرھا یفید جوازھا مطلقا ولوبعد العصروقولھم انہ بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ[1]۔

درر، کنز، وقایہ، مجمع، ملتقی، وغیرہا کے اتباع میں مصنّف نے بھی یہاں مصافحہ کا ذکر مطلق رکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصافحہ مطلقاً جائز ہے خواہ بعدِ عصر ہی کیوں نہ ہو۔ اور لوگوں کا یہ کہنا کہ وہ بدعت ہے تو اس سے مراد بدعتِ مباحہ حسنہ ہے، جیسا کہ امام نووی نے اذکار میں اور دوسرے علماء نے دُوسری کتابوں میں افادہ فرمایا ہے۔ (ت)

اصلاح وایضاح میں ہے:

کُرِہَ تقبیل الرجل وعناقہ فی ازارٍ واحد وجاز مع قمیص کمصافحۃ[2]۔

آدمی کا بوسہ دینا اور معانقہ کرنا ایک ازار میں مکروہ ہے اور کُرتا پہن کر ہو تو جائز ہے، جیسے مصافحہ جائز ہے۔ (ت)

حدیقہ ندیہ میں ہے:

بعض المتاخرین من الحنفیۃ صرح بالکراھۃ فی ذلک ادعاءً بانہ بدعۃ مع انہ داخل فی عموم سنۃ المصافحۃ مطلقا[3]۔

بعض متاخرینِ حنفیہ نے اس مصافحہ کے بدعت ہونے کا دعوٰی کرتے ہوئے اسے صراحۃً مکروہ بتایا ہے باوجودیکہ وہ مطلقِ مصافحہ کے عموم میں داخل ہو کر مسنون ہے۔ (ت)

---

[1] درالمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۳۸۱
[2] اصلاح و ایضاح
[3] الحدیقۃ الندیۃ الخلق الثامن والاربعون الخ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۱۵۰

مجمع البحار میں ہے:

ھی من البدع المباحۃ[1] (یہ مصافحہ ان بدعتوں سے ہے جو مباح ہیں۔ ت)

آپ کی اسی ردالمحتار میں بعد نقل عبارت امام نووی ہے:

قال الشیخ ابو الحسن البکری وتقییدہ بما بعد الصبح والعصر علی عادۃ کانت فی زمنہ والا فعقب الصلوات کلہا کذلک۔ کذا فی رسالۃ الشرنبلالی فی المصافحۃ ونقل مثلہ عن الشمس الحانوتی وانہ افتی بہ مستدلا بعموم النصوص الواردۃ فی مشروعیتہا وھو الموافق لما ذکرہ الشارح من اطلاق المتون[2]

شیخ ابوالحسن بکری فرماتے ہیں امام نووی نے بعد فجر و عصر کی قید کے ساتھ مصافحہ کا ذکر اس لئے فرمایا کہ ان کے زمانے میں یہی رائج تھا، ورنہ بعد فجر وعصر کی طرح تمام نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے۔ یہی علامہ شرنبلالی کے اس رسالہ میں ہے جو انھوں نے مصافحہ کے بارے میں لکھا ہے اور اسی کے مثل علامہ شمس الدین حانوتی سے منقول ہے۔ انھوں نے جوازِ مصافحہ کے بارے میں وارد شدہ احادیث اور نصوص سے استدلال فرماتے ہوئے اس مصافحہ کے بھی جائز ہونے کا فتوٰی دیا ہے۔ اور یہی اس کے موافق ہے جو شارح (صاحبِ درمختار علامہ الدین حصکفی) نے متونِ فقہ کا اطلاق ذکر کیا ہے۔ (ت)

شاہ ولی اللہ دہلوی مسوّٰی میں کلامِ امام نووی نقل کرکے کہتے ہیں:

اقول وھکذا ینبغی ان یقال فی المصافحۃ یوم العید[3]

میں کہتا ہوں جس طرح امام نووی نے مصافحہ بعد فجر و عصر کے جواز میں استدلال کیا ہے یہی استدلال مصافحہ روزِ عید میں بھی جاری ہونا چاہئے۔ (ت)

اور بعض نسخ مسوّٰی میں "والمعانقۃ یوم العید ایضا" (اور روزِ عید کے "معانقہ" میں بھی۔ ت) بھی ہے۔

---

[1] مجمع البحار الانوار تحت لفظ صفح مطبوعہ نول کشور لکھنؤ ۲/۲۵۰

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۳۸۱

[3] مسوّٰی باب استحباب المصافحۃ " " " ۲/۲۲۱

"مناصحۃ فی تحقیق مسائل المصافحۃ" میں تکملہ شرح اربعین سے ہے:

لاوجه لجواب ابن حجر الشافعی و قد
سُئل عن المصافحة بعد الصلٰوة فقال
هی بدعة انتهی، لان حالة السلام حالة
اللقاء لان المصلی لما احرم
صار غائبا عن الناس مقبلا
علی الله تعالٰی، فلما ادی حقه
قیل له ارجع الی مصالحك و سلّم
علی اخوانك لقدومك عن غیبتك، و
لذلك ینوی القوم بسلامه كما
ینوی الحفظة واذا سلم یندب
المصافحة او تسن كالسلام. كما
اجاب شیخ الاسلام شیخ
مشائخنا شمس الدین محمد
بن سراج الدین الحانوتی
وقد رفع له هذا السؤال فقال
نص العلماء علی ان المصافحة
للمسلم لا للكافر مسنونة من غیر
ان یقیدوها بوقت دون وقت
لقوله علیه الصلٰوة والسلام
من صافح اخاه المسلم
وحرك یده تناثرت ذنوبه و
نزلت علیهما مائة رحمة
تسعة وتسعون منها
لاسبقهما وواحدة لصاحبه

علامہ ابن حجر شافعی نے مصافحہ بعد نماز سے متعلق
جواب دیتے ہوئے اُسے بدعت کہا ہے، اُن کے
اس جواب کی کوئی قابل قبول وجہ نہیں، اس لئے کہ
مصافحہ بعد نماز بھی مصافحۂ اوّلِ ملاقات ہے کیونکہ
سلامِ نماز کی حالت، حالتِ ملاقات ہے۔ اس لئے
کہ جب نمازی نے تحریمہ باندھ لیا تو وہ انسانوں سے
غیر حاضر اور خدا کی طرف متوجہ ہو گیا، پھر جب حقُ اللہ
کی ادائیگی سے فارغ ہوا تو اس سے کہا گیا کہ اب
اپنے کاموں اور مصالح کی طرف واپس ہو اور اپنے
مسلمان بھائیوں کو سلام کر، کیونکہ تُو اپنی غیر حاضری
اور غیبت سے آ رہا ہے اسی لئے تُو اپنے سلام میں
لوگوں کی بھی نیت کرے گا، جیسے محافظ فرشتوں کی
نیت کرے گا۔ اور جب سلام کیا تو مصافحہ اس کے لئے
مندوب یا مسنون ہے۔ جیسے سلام، اسی طرح
شیخ الاسلام، ہمارے مشائخ کے شیخ شمس الدین محمد
بن سراج الدین حانوتی نے جواب دیا ہے، اُن کے
سامنے یہ سوال پیش کیا گیا تھا تو انھوں نے فرمایا علماء
نے کافر سے تو نہیں مگر مسلمان سے مصافحہ کو کسی خاص
وقت کی کوئی قید لگائے بغیر مسنون ہونے پر نص
فرمایا ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
کا ارشاد ہے: "جس نے اپنے مسلمان بھائی سے
مصافحہ کیا اور اپنے ہاتھ کو حرکت دی تو اس کے گناہ جھڑتے
ہیں، اور دونوں پر کل سَو رحمتیں نازل ہوتی ہیں، نناوے
اس کے لئے جس نے مصافحہ میں سبقت و پیش قدمی کی اور

وقال ایضا مامن مسلمین یلیقیان فیتصافحان الا غفر لهما قبل ان یتفرقا فالحدیث الاول یقتضی مشروعیة المصافحة مطلقا اعم من ان تکون عقب الصلوات الخمس والجمعة و العیدین اوغیر ذلك ۔ لان النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه و سلم لم یقیدھا بوقت دون وقت والدلیل العام عند الحنفیة اذا لم یقع فیه تخصیص من الادلة الموجبة للحکم قطعا، کالدلیل الخاص وقالوا الدلیل العام یعارض الخاص لقوته ۔ والدلیل ھھنا عام لان صیغة "مَن" من صِیَغِ العموم وکذا نقل عن شیخ مشائخنا العلامة المقدسی حدیث "من صافح مسلما وقال عند المصافحة اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد لم یبق من ذنوبه شئ" فصیغته ایضا من صیغ العموم ذکرہ الشُرُنبُلَالی فی رسالته المسماۃ "بسعادة اھل الاسلام"۔[1]

ایک اس کے دوسرے ساتھی کے لئے۔" اور حضور صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ "جب دو مسلمان ایک دوسرے سے ملتے پھر مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ان کی مغفرت ہوجاتی ہے۔" پہلی حدیث کا مقتضیٰ ہے کہ مصافحہ مطلقاً جائز و مشروع ہو، خواہ نماز پنجگانہ، جمعہ اور عیدین کے بعد ہو یا کسی اور وقت۔ اس لئے کہ نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مصافحہ کو کسی خاص وقت سے مقید نہ فرمایا۔ اور حنفیہ کے نزدیک دلیل عام کا بھی وہی رتبہ ہے جو دلیل خاص کا ہے، جبکہ دلیل عام حکم کو قطعی طور پر لازم کرنے والی دلیلوں سے کوئی تخصیص نہ ہوئی ہو، بلکہ وہ تو اس کے قائل ہیں کہ دلیلِ عام اتنی قوی ہوتی ہے کہ دلیلِ خاص کے معارض اور اس پر ترجیح یافتہ ہوا کرتی ہے اور یہاں دلیلِ مصافحہ بھی عام ہے، اس لئے کہ حدیث میں کلمہ "مَن" ہے جو صیغِ عموم سے ہے، یوں ہی ہمارے شیخ المشائخ علامہ مقدسی سے یہ حدیث منقول ہے: "جس نے کسی مسلمان سے مصافحہ کیا اور بوقتِ مصافحہ (درود شریف) "اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد" پڑھا تو اس کے گناہوں سے کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔" اس حدیث کا صیغہ بھی عموم کا صیغہ ہے۔ اسے علامہ شرنبلالی نے اپنے رسالہ "سعادۃ الاسلام" میں ذکر کیا ہے۔(ت)

علامہ سید ابو السعود ازہری حاشیۂ کنز میں فرماتے ہیں:

---

[1] مناصحہ فی تحقیق مسألۃ المصافحہ

فی شرح الشهاب الشلبی وما اعتادہ الناس بعد صلٰوۃ الصبح والعصر فلا اصل لہ لکن لا بأس بہ[1] الخ

شہاب الدین شلبی کی شرح میں ہے، نمازِ فجر و عصر کے بعد جو مصافحہ رائج ہے اس کی کوئی اصل نہیں، مگر اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ (ت)

غنیہ حاشیہ غرر و درر باب صلٰوۃ العیدین میں ہے:

المستحب الخروج ماشیا والرجوع من طریق اٰخر والتهنئة بتقبل اللّٰہ منا ومنکم لا تنکر کما فی البحر وکذا المصافحة بل ھی سنة عقب الصلوات کلها عند کل لقی ولنا فیها رسالة سمیتها "سعادة اھل الاسلام بالمصافحة عقب الصلٰوۃ والسلام"۔[2]

عید کے دن عیدگاہ کو پیادہ جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا ہی مستحب ہے، اور بالفاظ تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَمِنْکُمْ (اللہ ہمارے تمہارے عمل قبول فرمائے) مبارکباد پیش کرنا کوئی منکر اور بُرا نہیں، جیسا کہ بحرالرائق میں ہے، اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ وہ تو تمام نمازوں کے بعد ہر ملاقات کے وقت سنّت ہے اور اس بارے میں "سعادۃ اھل الاسلام بالمصافحۃ عقب الصلٰوۃ والسلام" نامی ہمارا ایک رسالہ ہے۔ (ت)

فتح اللہ المعین علٰی شرح العلامۃ ملا مسکین میں ہے:

من المستحب اظهار الفرح والبشاشة (الٰی قولہ) والتهنئة بتقبل اللّٰہ منا ومنکم وکذا المصافحة بل ھی سنة عقب الصلوات کلها وعند کل لقی، شرنبلالیة۔[3]

عید کے دن مسرت و خندہ رُوئی ظاہر کرنا اور تقبل اللّٰہ منا ومنکم (اللہ ہم سے اور تم سے قبول فرمائے) کے ذریعہ مبارک باد دینا مستحب ہے، اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ یہ تو تمام نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنّت ہے، شرنبلالیہ۔ (ت)

علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ نورالایضاح میں فرماتے ہیں:

کذا تطلب المصافحة فھی سنة

اسی طرح مصافحہ بھی مطلوب ہے بلکہ یہ تو تمام نمازوں

---

[1] فتح المعین حاشیہ علٰی شرح منلا مسکین کتاب الکراہیۃ فصل فی الاستبراء مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۴۰۲

[2] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ غرر باب صلٰوۃ العیدین مطبوعہ احمد مصر ۱/۱۴۲

[3] فتح المعین علٰی شرح العلامۃ الملا مسکین " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲۵

عقب الصلوات کلہا[1]۔ کے بعد سنت ہے۔ (ت)

حاشیہ درمختار میں فرمایا:

تستحب المصافحۃ بل ھی سنۃ عقب الصلوات کلّھا وعند کل لقی، ابو السعود عن الشُّرُنبُلَالیۃ[2]۔

مستحب ہے مصافحہ، بلکہ یہ تو نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنّت ہے، ابوالسعود عن الشرنبلالیہ۔ (ت)

افسوس کہ وُہ عبارتیں جناب نے دیکھیں، اور اتنی عبارات کثیرہ جو جناب کے خلاف تھیں نظر سے رہ گئیں۔ خیر، مانا کہ اس میں اکثر کتب مطالعہ سامی میں نہ آئی ہوں، آخر درمختار اور ردالمحتار تو پیش نظر تھیں، درمختار کی وہ عبارت ملاحظہ فرمائی ہوگی کہ مصافحۂ مذکورہ بدعت حسنہ ہے۔ ردالمحتار میں رسالۂ علامہ شرنبلالی کا کلام اور علامہ شمس الدین حانوتی کا فتوٰی دیکھا ہی ہوگا۔ سب جانے دیجئے، یہ فتاوٰی لکھنو جو استناداً پیش فرمایا اسی میں یہیں یہ الفاظ موجود کہ "علماء اس باب میں مختلف ہیں بعض بدعتِ مباحہ کہتے ہیں اور بعض بدعتِ مکروہہ"۔ مسئلۂ مصافحہ کا اختلافی ہونا پایا یا نہیں؟ بہت واضح راہ تھی کہ ترجیح تلاش فرمائی جاتی، جو قول مرجح نکلتا اُسی پر عمل کرنا تھا، اگر جناب کی نظر ترجیح تک نہ پہنچی تو فقیر سے سنئے، علامہ شہاب الدین خُفاجی حنفی نسیم الریاض شرح شفا نے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

ھی بعد الصّلٰوۃ بدعۃ عندنا، والاَصحّ انھا مباحۃ لما فیھا من الاشارۃ الی انہ کانّہ قدم من غَیبۃ لانہ کان عند ربہ یناجیہ فافھم[3]۔

یہ مصافحہ، نماز کے بعد ہمارے نزدیک بدعت ہے، اور صحیح تر یہ ہے کہ مباح ہے کیونکہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ غیبت اور غیر حاضری سے آیا ہے اس لئے کہ وُہ اپنے رب کے حضور مصروفِ مناجات تھا۔ اسے سمجھو۔ (ت)

ملاحظہ فرمائیے کیسی صاف تصریح ہے کہ مصافحۂ مذکورہ کی اباحت ہی قولِ اصح ہے۔ پھر اگر بالفرض دوسری طرف بھی تصحیح پائی جاتی، تاہم یہی قول مرجح رہتا کہ خود باقرارِ ردالمحتار "مذہبِ اباحت ہی موافق اطلاقِ متون ہے"۔ اور خود انھیں کی تصریح ہے کہ " اختلافِ فتوٰی کے وقت اُسی قول پر عمل اولٰی جو

---

[1] حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح باب العیدین مطبوعہ نور محمد کراچی ص ۲۸۸
[2] ؍؍ ؍؍ درالمختار ؍؍ ؍؍ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۳۵۳
[3] نسیم الریاض شرح شفاء

اطلاقِ متون کے موافق ہو۔"

حیث قال قد اختلف التصحیح والفتوی کما رأیت والعمل بما وافق اطلاق المتون اَولٰی ۔ بحر[1]

اُنھوں نے یُوں فرمایا کہ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو تصحیح اور فتوٰی میں اختلاف ہوگیا، اور عمل اُسی پر اولٰی ہے جو اطلاق متون کے موافق ہو ۔ بحر (ت)

درمختار میں ہے :

علی المعتمد لانہ متی اختلف التجیح رجح اطلاق المتون ، بحر[2]

یہ حکم بربنائے مُعتمد ہے ، اس لئے کہ اختلاف ترجیح کے وقت اطلاقِ متون ہی کو ترجیح ہے ، بحر (ت)

اور جب کہ ترجیح صرف اسی طرف ہے تو اب تو اس قول کا اختیار فقاہت سے بالکل برطرف ہے ،

درمختار میں ہے :

اما نحن فعلینا اتباع مارجّحوہ و صحّحوہ[3]

ہم عام مقلدین پر تو بس اُسی کی پیروی کرنا ہے جسے ان بزرگوں نے راجح وصحیح قرار دے دیا ۔ (ت)

اسی میں ہے :

الحکم والفُتیا بالقول المرجوح جھل و خرق للاجماع[4]

مرجوح قول پر حکم اور فتوٰی دینا جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے ۔ (ت)

الحمدللہ اب حق باحسنِ وجوہ واضح ہوگیا ، اُمید کرتا ہُوں کہ جناب بھی اب تو مصافحۂ مذکورہ و معانقۂ عید کے جواز واباحت پر فتوٰی دیں گے اور اپنے تلامذہ کو ان امورِ جائزہ کے طعن وانکار سے باز رہنے کی ہدایت کریں گے واللّٰہُ الھادی وولیّ الاَیادی ۔

ششم : الحمدللہ کہ ضمنِ تقریر میں مسئلہ مصافحہ بعدِ صلوٰۃ بھی صاف ہوگیا ، اور تعلیلاتِ ثلٰثہ کا علیل ہونا بھی منکشف ہولیا ۔ ثالث پر کلام تو صراحۃً گزرا اور اول کا جواب عبارتِ تکملہ شرح اربعین ونسیم الریاض سے واضح ہُوا کہ بعدِ ختمِ نماز ملنا بھی ابتدائے لقا ہے ، ولہذا اس وقت سلام مشروع ہُوا ، تو مصافحہ کیوں

---

[1] ردالمحتار | مطلب رسم المفتی | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۷۲
[2] درالمختار | " | " " " | ۱/۷۷
[3] " | " | " " " | ۱/۷۴
[4] " | " | " " " | "

نامشروع ہونے لگا۔ رہی تعلیلِ ثانی اس کے جواب کا اشارہ کلامِ فقیر میں گزرا کہ مشابہت صرف ان تین صورتوں میں مذموم ہے ورنہ نہیں۔

تکمیلِ کلام: اتنا اور سُن لیجئے کہ کسی طائفہ باطلہ کی سنّت جبھی تک لائقِ احتراز رہتی ہے کہ وہ ان کی سنّت رہے، اور جب ان میں سے رواج اُٹھ گیا تو ان کی سنّت ہونا ہی جاتا رہا، احتراز کیوں مطلوب ہوگا۔ مصافحہ بعدِ نماز اگر سنتِ روافض تھا تو اب ان میں رواج نہیں، نہ وہ جماعت سے نماز پڑھتے ہیں نہ بعدِ نماز مصافحہ کرتے ہیں، بلکہ شاید اول لقاء پر بھی مصافحہ ان کے یہاں نہ ہو کہ اِن اعدائے سُنن کو سُنن سے کچھ کام ہی نہ رہا۔ تو ایسی حالت میں وہ علّت سرے سے مرتفع ہے۔

درمختار میں ہے:

يجعله لبطن كفه في يده اليسرى، وقيل اليمنى الا انه من شعار الروافض فيجب التحرز عنه، قهستاني وغيره. قلت ولعله كان وبان فتبصر[1]

(مرد) انگوٹھی بائیں ہاتھ میں ہتھیلی کی طرف کرے۔ اور کہا گیا دائیں ہاتھ میں پہنے، مگر یہ رافضیوں کا شعار ہے، تو اس سے بچنا ضروری ہے (قہستانی وغیرہ) میں نے کہا یہ کسی زمانے میں رہا ہوگا پھر ختم ہوگیا، تو اس پر غور کرلو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای کان ذلك من شعارهم في الزمن السابق ثم انفصل وانقطع في هذه الازمان فلا ينهى عنه كيفما كان[2]

یعنی وہ گزشتہ زمانے میں ان کا شعار تھا پھر ان زمانوں میں نہ رہا اور ختم ہوگیا، تو اب اس سے ممانعت نہ ہوگی، جیسے بھی ہو۔ (ت)

اب تو بحمد اللہ سب شکوک کا ازالہ ہوگیا۔ فاحفظ واحمد وكن من الشاكرين والحمد لله رب العلمين (تو اسے یاد رکھو اور حمد کرو اور شکر گزار بنو اور ساری تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

ہفتم: سخت افسوس کا مقام ہے کہ عبارتِ مرقات کی نقل میں بہت تقصیر واقع ہوئی، مرقاۃ شریف میں اُس عبارت کے بعد یہ الفاظ تھے:

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۳۶۱

[2] ردالمحتار " " " " ۶/۳۶۱

نعم، لو دخل احد فی المسجد والناس فی الصلوٰۃ اوعلیٰ ارادۃ الشروع فیھا فبعد الفراغ لو صافحھم لکن بشرط سبق السلام علی المصافحۃ فھذا من جملۃ المصافحۃ المسنونۃ بلاشبھۃ۔[1]

ہاں اگر کوئی مسجد میں داخل ہو اور لوگ نماز میں' یا نماز شروع کرنے والے ہیں' تو فارغ ہونے کے بعد اگر ان سے مصافحہ کرے بشرطیکہ مصافحہ سے پہلے سلام ہولے تو بلاشبہہ یہ مصافحہ مسنونہ ہی کے مجموعہ میں شامل ہوگا۔ (ت)

ان میں صاف تصریح تھی کہ وہ کراہت صرف اس صورت میں ہے کہ لوگ نماز سے پہلے مل لئے، باتیں کرچکے، ملاقات ہوئی، اُس وقت مصافحہ نہ ہوا نہ کچھ، اور اب بعد سلام آپس میں مصافحہ کرنے لگے اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ یہی وقت ابتدائے لقا کا ہو کہ یہ اس وقت آیا کہ نماز شروع ہوگئی تھی یا شروع کا ارادہ تھا' اب بعد سلام مصافحہ کرے تو یہ یقیناً مصافحہ مسنونہ ہے کہ خاص اول لقا پر واقع ہُوا۔ ظاہر ہے کہ جماعاتِ عید میں اکثر لوگوں کی باہم یہی حالت ہوتی ہے کہ بعدِ سلام اُن کی لقا' اولِ لقا ہوتی ہے، تو مرقاۃ کے طور پر بھی انھیں معانقہ سے اصلاً ممانعت نہیں ہوسکتی۔ پھر معانقہ عید شرکائے جماعت واحدہ ہی سے خاص نہیں بلکہ تمام احباب جنھوں نے مختلف مساجد میں نمازیں پڑھیں اُس دن بلکہ دوسرے دن تک اولِ ملاقات بعد الصلوٰۃ پر باہم معانقہ کرتے ہیں۔ یہ معانقے تو یقیناً ابتدائے لقا پر ہوتے ہیں' جو عبارت مرقات سے بر سبیلِ قیاس جناب اور عبارتِ فتاوٰی لکھنؤ سے صراحۃً ٹھیک موقع پر درست و بجا واقع ہیں، حالانکہ مانعینِ زمانہ کا منع، مصافحہ بعد نماز اور معانقہ عید دونوں میں سب صورتوں کو عام و مطلق، اور وہ آپ ہی کی عباراتِ مستندہ کی رُو سے باطل و ناحق۔ پس اگر انھیں عبارتوں پر عمل فرمایئے تو تصریح فرمادیجئے کہ نمازِ عید سے پہلے جو لوگ مل لیتے ہیں صرف وہ بعدِ نماز معانقہ نہ کریں، اور جو ہنوز نہیں ملے انھیں معانقہ بلاکراہت جائز و مباح ہے، یُوں ہی ایک دوسرے کے پاس جو ملنے جاتے یا راہ میں ملتے ہیں وہ بھی بلاتامل معانقہ کریں خواہ پیش از نماز یا بعد از نماز مل لئے ہوں یا نہ ملے ہوں کہ اس وقت تو ابتدائے لقا ہے۔ اِن سب صورتوں کا جواز آپ ہی کی مُستَنَدات سے ثابت۔ لاجرم آپ کو اس کی تصریح کرنا ہوگی، اس کے بعد دیکھئے کہ حضرات مانعین آپ کو کیا کہتے ہیں، واللّٰہُ المُستعانُ علٰی جھالاتِ الزمان (اور اللہ ہی وہ ہے جس سے زمانے کی جہالتوں کے خلاف مدد طلبی ہے۔ ت)

ہشتم: اس سے زیادہ عجیب تر یہ ہے کہ ان لفظوں کے متصل ہی مرقات میں اور تحقیقِ جلیل و نافع،

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المصافحۃ والمعانقۃ مطبوعہ امدادیہ ملتان ۹/۷۴

خیالاتِ مانعین پر سیفِ قاطع تھی وُہ بھی نقل میں نہ آئی، فرماتے ہیں :

ومع ھذا اذا مدّ مسلم یدہ للمصافحۃ فلا ینبغی الاعراض عنہ بجذب الید لما یترتب علیہ من اذیً یزید علی مُراعاۃ الادب فحاصلہ ان الابتداء بالمصافحۃ حینئذ علی الوجہ المشروع مکروہ لا المجاذبۃ وان کان قد یقال فیہ نوعُ معاونۃ علی البدعۃ[1] و اللہ تعالٰی اعلم۔

یعنی باآنکہ اُس صورتِ خاصّہ میں کہ ملاقات پیش از نماز کرچکیں، اور مصافحۂ تحیت بعدِ نماز کریں، کراہت مانی جاتی ہے، پھر بھی اگر کوئی مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو ہاتھ نہ کھینچنا چاہیے بلکہ مصافحہ کرلیا جائے، اگرچہ اسے مُعاونتِ بدعت کہا جائے کہ اس حالت میں مصافحہ نہ کرنا صرف ایک ادب و اَولٰی تھا، اور اب اس کے ترک میں مسلمان کی ایذا ہے کہ وُہ تو ہاتھ بڑھائے اور ہم ہاتھ کھینچ لیں، مسلمان کی خاطرداری اُس ادب کی مراعات پر مقدم ہے[ف]، لہٰذا اس صورت میں کراہت نہیں بلکہ مصافحہ کرنا ہی چاہیے (ت)

للہ انصاف! اس منصفانہ کلام کو مانعینِ زمانہ کے خیالات سے کتنا بُعد ہے، یہ حضرات تو خواہی نخواہی اپنی مُشیخت بنانے اور شہرت پیدا کرنے کے لئے جماعاتِ مسلمین کی مخالفت کو ذریعۂ فخر اور غایتِ تشرّع سمجھے ہوئے ہیں، مگر علمائے محققین مسلمان کا دل رکھنے کو رعایتِ آداب اور ترکِ مکروہات پر بھی مقدم جانتے اور ان کے رسوم و عادات میں مخالفت کو مکروہ و باعثِ شہرت مانتے ہیں، و لہٰذا تصریح فرماتے ہیں کہ جب تک کوئی نہیِ صریح، غیر قابلِ تاویل نہ آئی ہو، عاداتِ اُناس میں موافقت ہی کرکے اُن کا دل خوش کیا چاہیے اگرچہ وہ فعل بدعت ہو۔ عین العلم میں ارشاد ہُوا :

اَلْاِسْرَارُ بِالْمُسَاعَدَۃِ فِیْمَا لَمْ یُنْہَ وَصَارَ مُعْتَادًا فِیْ عَصْرِھِمْ

اُن امور میں لوگوں کی موافقت کرکے انھیں خوش کرنا اچھا ہے جن (امور) سے شریعت میں ممانعت نہیں ہے،

ف یعنی ادب و اَولٰی چھوڑنے سے مسلمانوں کی خاطرداری ہوتی ہے تو ادب اَولٰی کی رعایت نہ کرے دلِ مسلم کی رعایت کرے، دلِ مسلم کو تکلیف پہنچانا اور اسے شکستہ کرنا ترکِ اَولٰی و مخالفتِ ادب سے زیادہ بُرا ہے، البتہ جہاں رعایتِ ادب و اَولٰی اور مومن کا پاسِ خاطر دونوں جمع ہوسکتے ہیں وہاں بلاشبہہ ترکِ ادب کا حکم نہیں، ہاں اگر کسی امر سے صراحۃً ممانعت آئی ہے تو محض مسلمان کی خاطرداری کے لئے اُس امرِ ممنوع کا ارتکاب نہ کرے۔ (مترجم)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المصافحۃ والمعانقۃ مکتبہ امدادیہ ملتان ۹/۴ ۷

حَسَنٌ وَّاِنْ کَانَ بِدْعَةً ۔[1]
اور لوگوں کے عہد میں وہ رائج ہو چکے ہیں خواہ بدعت اور نو ایجاد ہی ہوں ۔ (ت)

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قُدِّسَ سِرُّہُ العَالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں :

الموافقۃ فی ھذہ الامور من حسن الصحبۃ والعشرۃ اذ المخالفۃ موحشۃ و لکل قوم رسم لابد من مخالقۃ الناس باخلاقھم کما ورد فی الخبر لاسیما اذا کانت اخلاقا فیھا حسن العشرۃ و المجاملۃ وتطییب القلب بالمساعدۃ و قول القائل ان ذٰلک بدعۃ لم یکن فی الصحابۃ فلیس کل مایحکم باباحتہ منقولاً عن الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم وانما المحذور بدعۃ تراغم سنۃ ماموراً بھا ولم ینقل النھی عن شیئ من ھذا (الی قولہ) وکذلک سائر انواع المساعدات اذا قصد بھا تطییب القلب واصطلح علیھا جماعۃ فلا باس بمساعدتھم علیھا بل الاحسن المساعدۃ الا فیما ورد فیہ نھی لایقبل التاویل ۔[2]

یعنی ان امور میں لوگوں کی موافقت کرنا حُسنِ صحبت اور معاشرت سے ہے اس لئے کہ مخالفت وحشت دلاتی ہے اور ہر قوم کچھ رسمیں ہوتی ہیں کہ ان میں ان کا ساتھ دینا ضروری ہے ، جیسا کہ حدیث شریف میں اس کا حکم آیا خصوصاً وہ عادتیں جن میں حُسنِ معاشرت اور باہم اچھا برتاؤ اور موافقت کرکے دل خوش کرنا ہو اور کہنے والے کا کہنا کہ یہ بدعت ہے ، صحابہ کے زمانے میں نہ تھا ، تو کیا جو کچھ مباح کہا جائے سب صحابہ سے ہی منقول ہوتا ہے ؟ بُری تو وہ بدعت ہے جو کسی سنّتِ مامور بہا کا رد کرے اور اس فعل سے شرع میں کہیں ممانعت نہ آئی ۔ اس طرح تمام مساعدت کی باتیں جبکہ ان سے دل خوش کرنا مقصود ہو ، اور ایک گروہ کی رسم ہو گئی تو ان کی موافقت کرنا کچھ حرج نہیں بلکہ موافقت ہی بہتر ہے مگر اُس صورت میں کہ صاف نہی وارد ہو جو قابلِ تاویل نہ ہو ۔ (ت)

دیکھئے اطبائے قلوب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے ارشاد یہ ہیں ، اللہ عزوجل جسے نیک توفیق دے وہی ان نفیس الٰہی ہدایتوں پر عمل کرے ۔

حضرات مانعین ان سے منزلوں دُور ہیں ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

بالجملہ اگر آپ کو مرقات پر عمل ہے تو صاف تصریح فرمادیجئے کہ بعد عید جو شخص معانقے کو ہاتھ بڑھائے

---

[1] عین العلم الباب التاسع فی الصمت الخ مطبوعہ امرت پریس ، لاہور ص ۴۱۲
[2] احیاء العلوم آداب السماع والوجد مطبوعہ قاہرہ ، مصر ۲/۳۰۵

اُس سے انکار ہرگز نہ کیا جائے بلکہ فوراً معانقہ کرلیں۔ افسوس کہ مرقاۃ سے سند لانا تو بالکل اُلٹا پڑا۔ مجھے جناب کی بزرگی سے امید ہے کہ شاید مرقاۃ شریف خود ملاحظہ نہ فرمائی ہو بلکہ مانعین زمانہ عبارات میں قطع و برید و سرقہ کے عادی ہیں، کسی سارق نے آدھی عبارت کہیں نقل کردی ہے آپ نے اُسی کے اعتماد پر استناد کرلیا، اب کہ پوری عبارت پر مطلع ہوئے ضرور حق کی طرف رجوع فرمائیے گا وَاللّٰہُ الْمُوَفِّق۔

نہم: بحمد اللہ تعالٰی ہماری تحقیقاتِ رائقہ سے آفتاب روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ معانقہ عید کو بدعتِ مذمومہ سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ وہ سنّت ومباح کے اندر دائر ہے، یعنی من حیث الاصل سنّت اور من حیث الخصوص مباح، اور بقصدِ حَسن محمود و مستحسن، تو ظاہر ہُوا کہ عبارتِ ردالمحتار:

اِذَا تَرَدَّدَ الْحُكْمُ بَيْنَ سُنَّةٍ وَّ بِدْعَةٍ الخ[1] — جب حکم کسی سنّت و بدعت کے درمیان دائر ہو تو ترکِ سنّت کو ارتکابِ بدعت پر ترجیح حاصل ہے (ت)

کو اس مسئلہ سے اصلاً تعلق نہیں کہ وہاں بدعت سے مراد بدعتِ مذمومہ ہے۔ جب تو اس سے بچنے کے لئے سنّت کا چھوڑنا تک گوارا کیا ورنہ بدعتِ مباحہ سے بچنا خود ہی مطلوب نہیں، نہ کہ اس کے لئے سنّت چھوڑ دینے کا حکم دیا جائے، وھذا ظاھر علٰی کل من لہ حظٌّ من عقل صفی (یہ ہر اس شخص پر عیاں ہے جسے پسندیدہ اور خالص عقل سے کچھ حصّہ ملا ہے۔ ت)

دہم: فتوٰی فقیر میں میاں اسمٰعیل دہلوی کی بھی عبارت تھی جس میں معانقہ عید کے مستحسن ہونے کی صاف تصریح ہے، اُس سے جناب نے کچھ تعرض نہ فرمایا بلکہ مجموعہ فتاوٰی و عباراتِ ردالمحتار و مرقاۃ پیش فرمائیں۔ اس میں دو احتمال ہیں:

ایک وہ، طائفہ مانعین جس کے خوگر ہیں یعنی ہفواتِ باطلہ و خرافاتِ عاطلہ میں دہلوی مذکور کو امام اکبر مانتے ہیں اور جو باتیں وہ بعلتِ مناقضت جس کا اس کے یہاں حد سے زاید جوش و خروش ہے اصول و فروعِ طائفہ کے خلاف لکھتا ہے دیوار سے مارتے ہیں۔

دوم یہ کہ جناب کو اس سے کچھ کام نہیں جو کلام اس کا تصریحاتِ امثالِ مرقات و ردالمحتار حتی کہ مولوی صاحب لکھنوی کے خلاف ہو قابلِ قبول نہیں۔ اگر شقِ اخیر مختار ہے اور جناب کی انصاف پسندی سے یہی مامول، تو صراحۃً اس کی تصریح فرما دیجئے کہ جو مسائل تقویۃ الایمان و صراطِ مستقیم و ایضاح الحق وغیرہا تصانیفِ شخصِ مذکور، مولانا علی قاری و علامہ شامی یہاں تک کہ مولوی صاحب لکھنوی اور ان کے امثال کی

---

[1] ردالمحتار — مطلب اذا تردد الحکم — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۸۲

تصریحات سے رد ہوتے ہیں ان کا بطلان تسلیم فرماتے جائیے، امید کرتا ہوں کہ بہت مسائلِ نزاعیہ جن میں جہلائے مانعین کو بے حد شور وشغب ہے یوں بآحسنِ وُجوہ انفصال پائیں گے اور ہم آپ بتوفیقہٖ تعالٰی شخصِ مذکور کی ضلالتِ عقائد وبطالتِ مکائد پر متفق ہوکر حقِ ناصح کے اعلان میں باہم مُمِد ومعاون یک دیگر ہوجائیں گے۔

وباللہ التوفیق والوصول الٰی سواء الطریق، وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین، والصلٰوۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین، اٰمین!

اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق اور سیدھی راہ تک رسائی ہے، اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ ساری تعریفیں اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اور درود وسلام ہو رسولوں کے سردار محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کی آل واصحاب سب پر۔ خداوندا قبول فرما۔ (ت)

کتبہ عبدہ المذنب **احمد رضا** البریلوی عُفی عنہ بمحمدٌ المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم